ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا مطالعۂ ادیان و مذاہب

* ڈاکٹر محمد عبداللہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۰۸ء۔۲۰۰۲ء) کی علمی دلچسپیوں اور تحقیقات و تصنیفات کا دائرہ بہت وسیع بھی ہے اور متنوع بھی۔ قانون بین الممالک سے تو انہیں آغاز ہی سے دلچسپی تھی تاہم قرآنِ حکیم، حدیث، سیرت النبی، اسلامی تاریخ، فقہ و قانون کے مختلف گوشوں میں نادر تحقیقات پیش کیں۔ اسلامی ادبیات و علوم میں ان کی وسیع و متنوع تحقیقات و تحریرات کے باوصف ان کے مطالعہ کی خاص بات ملل و اقوام اور ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ پیش کرنا ہے اور یہ خاصیت انہیں مختلف زبانوں کی مہارت اور وسیع مطالعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اردو، انگریزی، فارسی، عربی تو گویا ڈاکٹر مرحوم کی گھر کی زبانیں تھیں اس کے علاوہ فرانسیسی، جرمنی، اطالوی، ترکی اور روسی زبانوں میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اردو، عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں معرکۃ الآراء تخلیقات و تحقیقات پیش کیں۔

مطالعہ ادیان میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی دلچسپیوں کے محرکات

اگر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطالعہ ادیان و مذاہب کے محرکات اور دلچسپیوں پر غور کیا جائے تو اس کا ایک بنیادی سبب دنیا کی مختلف زبانوں سے دلچسپی ہے۔ اور یہ دلچسپی قانون بین الممالک کے وسیع مطالعہ اور قرآن حکیم کے تراجم کی بدولت پیدا ہوئی ہے۔ دوسرا محرک ڈاکٹر مرحوم کا یورپ کے مرکز فرانس (پیرس) میں قیام پذیر ہونا ہے جو مختلف مذاہب، گوناگوں بوقلمونی تہذیبوں اور زبانوں کا مرکز ہے۔ ان محرکات و اسباب کا مختصر تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی اوّلین دلچسپی بین الاقوامی اسلامی قانون سے تھی چنانچہ جب آپ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں قانون بین الممالک کے استاد مقرر ہوئے تو انہوں نے طلباء کی تدریسی ضروریات کے پیشِ نظر اس موضوع پر پہلی کتاب، قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں، مرتب کی۔ کتاب کے پیش لفظ میں مصنفؒ نے موضوع کی دقت

---

* لیکچرار شعبہ علومِ اسلامیہ (قائد اعظم کیمپس) پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

کے بارے میں تحریر کیا، اس کتاب کا موضوع ہمارے ملک کے لئے تو نہیں البتہ ہماری زبان کے لئے بالکل نیا ہے اس پر کوئی کتاب ہی نہیں۔ کوئی مضمون تک ہندوستانی زبان میں میرے دیکھنے میں نہیں آیا...... نصاب میں جس انگریزی کتاب کے دیکھنے کی سفارش کی گئی ہے وہ گیارہ سال پرانی ہے اس کے مواد کو عصری بنانا پہلا مقصد ہے۔(۱)

چنانچہ اس فن پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے قلم اٹھایا اور خوب لکھا چونکہ اس فن کے لئے قدیم وجدید، مشرق ومغرب کی تاریخ قانون کا مطالعہ ناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے انہوں نے مذکورہ فن کو کمال تک پہنچایا اور اس ضمن میں مصر، فلسطین، ہندوستان، یونان، روم کے ساتھ ساتھ یہودیت، مسیحیت اور اسلام کے اثرات کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی کے مطابق، ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مسلمانوں میں قانون بین الممالک کے پہلے ایسے ماہر ہیں جنہوں نے مختلف زبانوں سے واقفیت کے سبب مختلف قدیم وجدید قوموں اور ملکوں کے بین الممالک اصول وتصورات اور قوانین کا مطالعہ کیا اور کتابیں قلم بند کیں۔(۲) ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی دوسری اہم دلچسپی قرآن حکیم کے تراجم سے تقریباً آغاز ہی سے رہی اس ضمن میں تراجم قرآن حکیم کی فہرست (Bibliography) ''القرآن فی کل لسان'' قابل ذکر ہے جس میں آپ ہر لمحہ، ہر زبان میں تازہ بہ تازہ قرآن پاک کے تراجم کا اضافہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنے ایک مکتوب میں یہ انکشاف کرتے ہیں ''القرآن فی کل لسان'' میں اب تک ڈیڑھ سو زبانوں میں ترجمے الحمد للہ شائع ہو چکے ہیں، (۳) ڈاکٹر محمد حمید اللہ قرآنی خدمت کی اس علمی دلچسپی میں حد درجہ حریص نظر آتے ہیں کہ مختلف ممالک میں اپنے علم دوست احباب کو مکتوبات کے ذریعے اس طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں ''اگر پاکستان میں اردو، انگریزی یا دیگر زبانوں کے تراجم چھپیں تو ان شاء اللہ اس خادم کو آپ یاد رکھیں گے (۴) اسی طرح فرانسیسی ترجمہ قرآن کے دیباچے (پندرھویں ایڈیشن) میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے یورپی زبانوں میں تراجم قرآن کا ذکر کیا ہے۔(۵) دنیا کی ان اہم زبانوں میں مہارت سے مطالعہ مذاہب سے دلچسپی پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

مطالعہ مذاہب میں دلچسپی کا دوسرا بڑا محرک ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا یورپ کے اہم ملک فرانس (پیرس) میں مستقل قیام پذیر ہونا ہے۔ یہاں پر آپ کا زیادہ کام انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبان میں ہوا۔ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے ملنے اور ان کے افکار وخیالات سے براہ راست آگاہ ہونے کا موقع ملا۔ اسی طرح مستشرقین کے اسلام کے بارے میں لٹریچر اور ان کے منہج واسلوب سے نہ صرف آگاہی ہوئی بلکہ آپ کا بیشتر تحقیقی وتصنیفی کام اسی ماحول میں

ہوا۔علاوہ ازیں ایک داعی اور مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف عصری علوم وفنون کے ہتھیاروں سے مسلح ہو بلکہ وہ دیگر اقوام وملل، ان کی تہذیب، زبانوں اور مذاہب سے بھی گہری واقفیت رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے لسانی مہارت اور استعداد کو دعوتی وتبلیغی مقاصد کے لئے بھر پور طریقے سے استعمال کیا اور ان مغربی زبانوں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی قانون کے علاوہ اسلام کے عقائد وعبادات اور اس کی معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی تعلیمات پر مختصر لیکن جامع کتب تصنیف کیں۔(٦)

مغرب کے مسیحی پس منظر کے پیش نظر ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی تصانیف کے ذریعے اسلام اور دیگر مذاہب بالخصوص مسیحیت کا تقابلی جائزہ بھی پیش کرتے رہے۔فرانس کے بعض اشاعتی اداروں نے مختلف دینیاتی و مذہبی مسائل پر ایسی کتب شائع کی ہیں جن میں مختلف مذاہب کے علماء کی تحریریں کہ جن میں مصنفین نے اپنے اپنے مذہب کا موقف پیش کیا ہے شامل کی گئی ہیں۔محمد حمید اللہ ایسی متعدد کتب کے شریک مصنف ہیں۔ایسی ہی ایک کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر شائع ہوئی ہے تین ابواب پر مشتمل اس کتاب کا ایک باب ڈاکٹر صاحب کے قلم سے نکلا ہے جبکہ بقیہ دو ابواب یہودی اور عیسائی علماء کے ہیں۔اس باب میں انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت و رسالت اور ان کی دعوت و تعلیمات کو اسلامی مآخذ کی روشنی میں اجاگر کیا ہے۔(٧) اسی طرح ڈاکٹر صاحب اپنی علالت سے قبل مسیحی اور اسلامی مآخذ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بھی تصنیف کر رہے تھے(٨) بلاشبہ اس نوعیت کی علمی و تحقیقی سرگرمیاں مسیحی حلقوں میں دعوت کے نقطہ نظر سے بڑی اہمیت و افادیت کی حامل ہیں۔ان کی بدولت سابق الہامی مذاہب اور ان کی اہم شخصیات کے بارے میں اسلام کے موقف کی اشاعت کا موقع ملتا ہے۔اسلام اور دیگر الہامی مذاہب کے باہمی تعلق کے بارے میں مسیحی حلقوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ میں مدد ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ مغرب میں دعوت اسلام کے سلسلہ میں مسیحیت کے تنقیدی مطالعہ کو بہت اہمیت دیتے تھے۔(٩) مختلف زبانوں میں مہارت، وسیع مطالعہ اور دیگر اقوام وملل سے ارتباط واختلاط کے سبب آپ کی تحقیقات' تصانیف و مقالات میں ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ نہایت دلچسپی کا حامل ہے۔ادیان و مذاہب کے تقابلی مطالعہ کی یہ چاشنی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کم وبیش تمام ہی تحریروں میں پائی جاتی ہے، اپنی معروف تصنیف Introduction to Islam کا آغاز اس اقتباس سے کرتے ہیں:

"In the annals of men, individuals have not been lacking who conspicuously devoted their lives to the socio-religious reform of their connected peoples. We find them in every epoch and in all lands. In India, there lived those who transmitted to the world the Vedas, and there was also the great Gautama Budha; China had its confucious; the Avesta was produced in Iran. Babylonia gave to the world one of the greatest reformmers the prophet Abraham (not to speak of such of his onces tors as Enoch and Noah about whom we have very scanty information). The Jewish people may rightly be proud of a long series of reformers: Moses, Samuel, David, Soloman and Jesus among others". (10)

پروفیسر عبدالقیوم قریشی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے تقابلی مطالعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ڈاکٹر صاحب السنہ شرقیہ یعنی اردو فارسی، عربی اور ترکی کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی وغیرہ زبانوں پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ چنانچہ مختلف اقوام وادیان کے تاریخی اور تقابلی مطالعے کی بدولت آپ کے مقالات اور تصانیف کا علمی وتحقیقی مرتبہ نہایت بلند ہے۔ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں آپ کو اسی لسانی مہارت سے بڑی مدد ملی۔ آپ نے اہل مغرب کو اسلام کی حقیقی تعلیمات اور پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ سے متعارف کرانے کے لئے مختلف یورپی زبانوں میں سینکڑوں مقالات اور متعدد کتابیں لکھیں۔ آپ اپنی تقریروں اور تحریروں میں عام مبلغوں کا مناظراتی اور جارحانہ انداز کبھی اختیار نہیں کرتے بلکہ قدیم وجدید مآخذ کے تحقیقی مطالعے سے اپنے نتائج فکر نہایت محتاط اور مثبت طریقے سے پیش کردیتے ہیں چنانچہ آپ کی تحریر وتقریر کا یہ سائنٹیفک انداز اور

استدلال واستنباط کا مجتہدانہ اسلوب جدید دور کے سنجیدہ علمی مذاق کو بہت متاثر کرتا ہے'' (۱۱)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ خود بھی مذاہب وادیان کے تقابلی مطالعے کا ذکر اسلامی ادبیات میں نہایت دلچسپی سے کرتے ہیں۔اس اسلوب کی اہمیت پر انہوں نے یوں روشنی ڈالی ہے:

'' قرآن مجید میں مختلف مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے سلسلے میں بہت سے مذاہب کے عقائد کا ذکر آیا ہے (۱۲) خواہ یہ ذکر ان کی تردید کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو لہٰذا قرآن مجید کو پڑھنے والے کا فریضہ یہ بھی ہوگا کہ تفسیر یا دوسرے وسائل کے ذریعے ان مختلف ادیان کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرے ایسی معلومات اس کے لئے تبلیغ دین کے سلسلے میں بھی کارآمد ہو سکتی ہیں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مناظرے کے وقت بھی۔مثلاً دوسرے مذاہب کے لوگ سوال یا اعتراض کریں تو ان کے مذاہب سے واقفیت بعض اوقات بڑی کارآمد ثابت ہوتی ہے''۔(۱۳)

چنانچہ ہم نے زیر نظر مقالہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی انہی دلچسپیوں کا جائزہ لیا ہے اور ان کی تصانیف و مقالات میں ادیان و مذاہب کے تقابلی مطالعے پر قلم اٹھایا ہے۔مقالہ کے ذیلی عنوانات اس ترتیب سے سامنے آتے ہیں:

① مذاہب عالم کی کتب وصحائف۔
② مذاہب عالم کے عقائد۔
③ مذاہب عالم میں عبادات۔
④ مذاہب عالم کی تعلیمات۔
⑤ اصطلاحات مذاہب عالم۔
⑥ اسلام اور رواداری۔
⑦ مطالعہ ادیان و مذاہب کا متفرق مواد۔
⑧ خلاصہ بحث۔

❶ مذاہب عالم کی کتب وصحائف (Sacred Books of World Religions)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی تصنیفات میں کئی مقامات پر مذاہب عالم کی کتابوں صحیفوں اور نوشتوں کو موضوع بنایا ہے اور پھر کچھ سوالات اٹھا کر ان کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے خیال میں:

"All the important religions of the world are based on certain sacred books, which are often attributed to divine revelations. It will be pathetic if, by some misfortune, one were to lose the original text of the revelations; the substitute could never be in entire confirmity with what is lost. The Brahmanists, Buddists, Jews, Paris and Christians may compare the method employed for the preservation of the basic teachings of their respective religions with that of the Muslims. Who wrote their books? Who transmitted them from generation to generation? Has the transmission been of the original texts or only their Translations? Have not fratricidal wars caused damage to the copies of the texts? Are there no internal contradictions or lacunac to which references are found elsewhere? These are some of questions that every honest seeker of truth must pose and demand satisfatory replies". (14)

ذیل میں کتب وصحائف کے حوالے سے ان کی تحقیقات پیش کی جاتی ہیں۔

صحفِ انبیاء

حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے لیکن یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں وہ کس زبان میں تھے چہ جائے کہ ان کے مندرجات کا علم ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام بھی پیغمبر تھے۔ ان کے متعلق بعض روایات میں ذکر ملتا ہے کہ ان پر بھی چند کتابیں نازل ہوئی تھیں لیکن ان کا بھی دنیا میں اب کوئی وجود نہیں۔ قدیم ترین نبی جس کی طرف منسوب کتاب کا کچھ حصہ ابھی حال ہی میں ہم تک پہنچا ہے حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے فلسطین میں بحر مردار (Dead Sea) کے پاس بعض غاروں میں کچھ مخطوطے ملے ہیں۔ ان مخطوطوں میں سے ایک کتاب حضرت اخنوخ یا انوخ (۱۵) یعنی حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ حال ہی میں اس کتاب کے کچھ تراجم انگریزی زبان میں شائع ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس بات کا کوئی حتمی وقطعی ثبوت موجود نہیں لیکن اب تک کی تحقیق کے مطابق ہم اسے قدیم ترین نبی کی کتاب کہہ سکتے ہیں۔ اس کتاب میں آخری نبی کی بشارت بھی ہے جس کو بعد میں عہد جدید (انجیل) کے باب مکتوب یہودا نے بھی نقل کیا ہے۔ (۱۶)

حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بھی ہمیں کچھ اشارے ملتے ہیں عراق میں صابیہ کے نام سے ایک چھوٹا سا گروہ پایا جاتا ہے۔ جس کا ایک مستقل دین ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب اور ان کے دین پر عمل پیرا ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ ایک زمانے میں حضرت نوح علیہ السلام کی پوری کتاب ہمارے پاس موجود تھی لیکن امتداد زمانہ کے باعث اب وہ ناپید ہے۔ اس کے مندرجات صرف چار پانچ سطروں میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ جن میں اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے بعد ایک اور نبی آئے جن کی کتاب کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ صحف ابراہیم و موسیٰ (۱۷) میں اس کا ذکر آیا ہے۔ ان کی کتاب [صحیفہ] کے مندرجات یہودی اور عیسائی ادبیات میں تو نہیں۔ قرآن مجید میں چند سطروں کی حد تک محفوظ ملتے ہیں۔ (۱۸)

❍ اوستا (Avesta)

مجوسیوں کا مذہب زردشت کی لائی ہوئی کتاب 'اوستا' پر مبنی ہے۔ اوستا کے بارے میں کچھ معلومات ہیں۔ زردشت کی کتاب اس وقت کی 'زند' زبان میں تھی کچھ عرصہ کے بعد ایران پر دوسری قوموں کا غلبہ ہوا اور نئے فاتحین کی زبان وہاں رائج ہوئی۔ پرانی زبان متروک ہوگئی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں مٹھی بھر عالم اور متخصصین کے سوا زند زبان جاننے والا کوئی نہ رہا۔ اس لئے زردشتی مذہب کے علماء نے نئی زبان پازند میں اس کتاب کا خلاصہ اور شرح لکھی۔ آج کل ہمارے پاس اس نسخے کا صرف دسواں حصہ موجود ہے۔ باقی غائب ہو چکا ہے۔ اس دسویں حصے میں بھی کچھ چیزیں عبادات کے متعلق ہیں اور کچھ دیگر احکام ہیں۔ بہرحال دنیا کی ایک اہم کتاب کو اوستا کے نام سے جانتے ہیں لیکن وہ مکمل حالت میں ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ (۱۹)

❍ ہندومت کی کتب

ہندوستان میں بھی کچھ دینی کتابیں پائی جاتی ہیں اور ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ خدا کی طرف سے الہام شدہ ہیں۔ ان مقدس کتابوں میں وید' پران' اپنشد اور دوسری کتابیں شامل ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سب کتابیں ایک ہی نبی پر نازل ہوئی ہیں۔ ممکن ہے متعدد نبیوں پر نازل ہوئی ہوں۔ بشرطیکہ وہ نبی ہوں۔ ان میں بھی خصوصاً پران نامی کتابوں میں کچھ دلچسپ اشارے ملتے ہیں۔ پران وہی لفظ ہے جو اردو میں پرانا یعنی قدیم ہے۔ اس کی طرف قرآن مجید میں ایک عجیب وغریب اشارہ ملتا ہے۔ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ (۲۰) اس چیز کا پرانے لوگوں کی کتابوں میں ذکر ہے' میں نہیں جانتا کہ اس کا پران سے کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ بہرحال دس پران ہیں اس میں بھی آخری نبی کے بارے میں پیشین گوئی موجود ہے۔ (۲۱)

❍ توریت (Torah)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی وہ ''توریت'' کہی جاتی ہے لیکن دراصل توریت اس کتاب کا ایک جزء ہے توریت کے معنی ہیں' 'قانون'' یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پانچ کتابیں منسوب کرتے

ہیں۔(۲۲) پہلی کتاب، کتاب پیدائش کہلاتی ہے(۲۳) دوسری کتاب ''کتاب خروج'' جو مصر سے نکلنے کے حالات پر مشتمل ہے(۲۴) تیسری کتاب قانون ہے(۲۵) چوتھی کتاب کا نام اعداد و شمار ہے(۲۶) کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ یہودیوں کی قبیلے وار مردم شماری کی جائے۔ پانچویں کتاب تثنیہ کے نام سے موسوم ہے(۲۷) جس کے معنی یہ ہیں کہ پرانی چیزوں کو دوبارہ دہرایا جائے۔ان کو Uptodate کیا جائے یا ان کی تشریح کی جائے۔ شروع شروع میں یہودیوں کے ہاں یہ پانچویں کتاب (تثنیہ) نہیں پائی جاتی تھی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھ سو سال بعد ایک جنگ کے زمانے میں ایک شخص ملک کے اس وقت کے یہودی بادشاہ کے پاس ایک کتاب لایا اور کہا کہ مجھے یہ ایک کتاب غار سے ملی ہے معلوم نہیں کس کی ہے مگر اس میں دینی احکام نظر آتے ہیں بادشاہ نے اپنے زمانے کی ایک نبیہ عورت [Hulda] کے پاس اس نسخے کو بھیجا، یہ کہلا بھیجا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی کتاب ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھ سو سال بعد اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جانے لگا۔ اس کتاب کو تثنیہ کا نام اس لئے دیا گیا کہ اس میں پہلی چار کتابوں کے احکام میں سے چھ احکام خلاصے کے طور پر اور کچھ اضافے کے ساتھ دہرائے گئے ہیں۔(۲۸) بہرحال ان پانچ کتابوں [خمسہ موسوی] کی سرگزشت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد آنے والے انبیاء کے زمانے میں یہودیوں نے فلسطین کا کچھ حصہ فتح کیا اور وہاں حکومت شروع کی تو کچھ عرصے بعد عراق کے حکمران بخت نصر (بنوکدنصر) نے فلسطین پر حملہ کیا(۲۹) چونکہ اس کا دین یہودیوں کے دین سے مختلف تھا اس لئے اس نے صرف ملک فتح کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان دشمنوں کے دین کو بھی دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لئے توریت کے تمام قلمی نسخوں کو جمع کر کے آگ لگا دی۔حتیٰ کہ توریت کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا یہودی مورخوں کے مطابق اس کے ایک سو سال بعد ان کے نبی حضرت عزرا (Esdra) جو شاید عزیر علیہ السلام ہوں، یہ کہا کہ مجھے توریت زبانی یاد ہے۔انہوں نے توریت املا کروائی۔توریت کے اس اعادے کے کچھ عرصے بعد روما کے ایک حکمران اینٹوکس (Antiochus) نے وہی کام کیا جو بخت نصر نے کیا تھا۔یعنی یہودیوں کی تمام کتابیں جمع کر کے جلا دیں اس طرح وہ دوسری مرتبہ نیست و نابود کر دی گئیں۔(۳۰)

اس کے کچھ عرصے کے بعد ایک اور رومی حکمران طیطس (Titus) نامی کمانڈر کی ماتحتی میں اک فوج بھیجی اور اس نے تیسری مرتبہ فلسطین میں دستیاب شدہ یہودیوں کی تمام کتابوں کو جلا دیا۔

"The books of Moses records tell us how they were repeatedly destroyed and only partly restord". (31)

اب ہمیں توریت کے نام سے جو کتاب ملتی ہے وہ بائبل کے حصہ عہد نامہ قدیم (Old Testament) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب پانچ کتابیں ہیں یہ کتابیں تین چار مرتبہ کی آتش زدگی کے بعد اعادہ شدہ شکلیں ہیں۔ ان کا اعادہ کس طرح ہوا اور کس نے کیا۔ اس کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں۔ البتہ جو شخص ان کتابوں کو پڑھتا ہے تو اسے دو چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ بعض اوقات اسے ایسی چیزیں نظر آتی ہیں۔ جو کھٹکتی ہیں اور اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ اصل میں نہ ہوگی بعد کا اضافہ ہیں۔ بعض مقامات پر کمی محسوس ہوتی ہے اور تشنگی باقی رہتی ہے۔ چنانچہ بعض چیزیں جو زیادہ ہوگئیں ہیں وہ اس طرح کی ہیں کہ جو کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس میں وہ باتیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد پیش آئیں اگر آپ کتاب تثنیہ پڑھیں تو اس کے آخری باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیماری، وفات، تدفین اور اس کے بعد کے واقعات کا ذکر ملتا ہے (۳۲) ظاہر ہے کہ یہ حصہ بعد کا اضافہ ہے مگر یہ تو ایسی باتیں ہیں جنہیں ہر پڑھنے والا خود محسوس کر لیتا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں دیگر کتنی چیزوں کا اضافہ ہوا ہے جو غیر محسوس ہوں۔ اسی طرح جن چیزوں کی کمی نظر آتی ہے یا جن کا وہاں ہونا ضروری تھا مگر وہ نہیں ہیں ایسی ہیں کہ کم از کم بیس مرتبہ اس طرح کے الفاظ ملتے ہیں کہ اس حکم کی تفصیلیں فلاں باب میں ملیں گی۔ جن ابواب کے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک باب کا نام 'خدا کی جنگیں' اور ایک باب کا نام 'مخلص اور نیک لوگوں کی کتاب' ہے اور وہ باب سرے سے موجود ہی نہیں ہے (۳۳) توریت ضخیم صورت میں ہمارے پاس موجود ہے اور دنیا کی بیشتر زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

❍ زبور (Psalm)

توریت کے بعد مسلمانوں میں عام طور پر زبور کا نام لیا جاتا ہے اور ہمارا تصور یہ رہا ہے کہ یہ بھی توریت اور انجیل ہی کی طرح کی ایک مستقل کتاب ہے۔ لیکن عہد نامہ عتیق (Old Testament) میں جو چیز حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور وہ جس کو سام (Psalm) یعنی زبور کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس میں صرف خدا کی حمد و ثناء کی نظمیں ہیں۔ کوئی نیا حکم نہیں ہے ہمارا یہ تصور ہے کہ ہر رسول یا نبی ایک نئی شریعت لاتا ہے لیکن اس کتاب

میں کوئی نئی شریعت نہیں ملتی جس طرح پرانی کتابوں میں اک آخری نبی کی بشارت ملتی ہے اس طرح زبور میں بھی ایسی چیزیں ملتی ہیں نیز جو سرگزشت توریت کی رہی وہی زبور کی بھی رہی۔(۳۴)

○ انجیل (Gospel)

انجیل کے متعلق مسلمانوں کا تصور عام طور پر یہ ہے کہ وہ ایک مستقل کتاب تھی جو خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔لیکن ہمارے پاس عیسائیوں کے توسط سے جو انجیل پہنچی ہے وہ ایک نہیں بلکہ چار انجیلیں ہیں جو یہ ہیں

① متی (Mathew)

② مرقس (Mark)

③ لوقا (Luke)

④ یوحنا (John)

ہر انجیل ایک ایک آدمی کی طرف منسوب ہے۔یہ چار کتابیں بھی ساری انجیلیں نہیں ہیں بلکہ خود عیسائی مؤرخوں کے مطابق ستر سے زیادہ انجیلیں پائی جاتی تھیں (۳۵) جن میں سے ان چار کو قابل اعتماد اور باقی کو مشتبہ قرار دیا گیا ہے ان کو پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے الہام یا وحی پر مشتمل نہیں بلکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمریاں ہیں۔چار شخصوں نے یکے بعد دیگرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری لکھی اور ہر ایک نے اس کو انجیل کا نام دیا(۳۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی کتاب نازل ہوئی بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے لکھوایا نہیں اس لئے آج دنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں۔اب جو انجیلیں موجود ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے مختلف زبانوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمریاں لکھیں اور ان سوانح عمریوں کو ہر مصنف نے انجیل کا نام دیا۔ان میں سے چار کو کلیسا نے قابل اعتماد قرار دیا ہے اور باقی کو رد کیا ہے۔ان چار انجیلوں کے انتخاب کے متعلق کسی کو کوئی علم نہیں کہ ان کو کس نے انتخاب کیا کب انتخاب کیا اور کن معیارات کو سامنے رکھ کر انتخاب کیا؟

فرانس کا ایک مشہور مؤرخ والٹیر Voltaire نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کلیسا کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ جو ستر سے زائد انجیلیں ہیں اور ان کے مندرجات میں اختلاف بھی ہیں ان میں سے صرف ان انجیلوں کا انتخاب کیا جائے جو قابل اعتماد ہوں۔ انتخاب کا یہ طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ کلیسا میں ساری انجیلوں کو عبادت گاہ کے مقام کے پاس ایک میز پر جمع کر دیا گیا۔ پھر اس میز کو ہلایا گیا جو کتابیں نیچے گر گئیں۔ ان کو نا قابل اعتماد اور ہلانے کے باوجود جو کتابیں میز پر باقی رہیں ان کو قابل اعتماد قرار دیا گیا۔ یہ والٹیر کا بیان ہے اس نے کس بنیاد پر یہ بات کہی یہ بتانا میرے لئے دشوار ہے۔ ظاہر ہے کہ عیسائی لوگ اس کی تردید کرتے ہیں اور ایسی بات کہنے والا ان کے نزدیک جھوٹا اور بدمعاش تھا۔ بہرحال اس بات پر سب متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لکھائی ہوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے جو چیز اس وقت ہمارے پاس انجیل کے نام سے ملتی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمریاں ہیں۔ انہیں ہم سیرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ سکتے ہیں۔ بعینہ جس طرح مسلمانوں کے ہاں سیرت نبوی کی کتابیں پائی جاتی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل کو لکھوایا کیوں نہیں اس کے جواب میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں۔

> ''میرے ذہن میں جو جواب آتا ہے (ممکن ہے غلط ہو) وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان سے پہلے کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو توریت نازل ہوئی تھی۔ اس کی کیا درگت بنی دشمن حملہ کرتے ہیں، اس کی توہین کرتے ہیں، اسے جلا دیتے ہیں اور نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ غالباً انہوں نے یہ سوچا ہوگا کہ کہیں میری کتاب کا بھی وہی حشر نہ ہو لہٰذا بہتر ہے اسے لکھوایا ہی نہ جائے اس طرح یہ کتاب لوگوں کے ذہنوں میں رہے گی عبادت گزار نیک لوگ اسے ادب سے یاد رکھیں گے اور بعد کی نسلوں تک پہنچائیں گے۔'' (۳۷)

○ انجیل برناباس

برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھے۔ یہ انجیل انہی کی طرف منسوب ہے زمانہ حال کی دستیاب شدہ ایک چیز ہے۔ اس کا کوئی پرانا نسخہ نہیں ملا اور وہ برناباس کی مادری زبان آرامی بھی نہیں ہے۔ بلکہ اطالوی زبان میں ہے اور اس کے قلمی نسخے کے حاشیے پر جا بجا عربی الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ (۳۸)

○ قرآنِ مجید

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مذاہب عالم کی کتب اور ان کے مقدس صحیفوں کی تاریخی و استنادی حیثیت بیان کرنے کے بعد قرآن حکیم کی تاریخ تدوین' صحت اور حفاظت پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔اس پوری بحث کا یہاں درج کرنا طوالت کا باعث ہوگا تاہم اہم نکات پیش کئے جاتے ہیں۔تاکہ قرآن مجید کی استنادی حیثیت اور محفوظیت سامنے آجائے۔

① سابقہ انبیاء کی کوئی کتاب کامل صورت میں ہم تک نہیں پہنچی اس لئے ایک کامل اور محفوظ کتاب کی ضرورت تھی

② قرآن مجید کے لئے عربی زبان کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

③ عربی زبان فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ غیر تبدل پذیر ہے۔

④ قرآن پاک کے بتدریج نازل ہونے میں حکمت۔

⑤ قرآن مجید کی تبلیغ و اشاعت۔

⑥ قرآن مجید لکھنے اور حفظ کرنے کا اہتمام۔

⑦ تدوین قرآن مجید کا اہتمام۔

ان نکات کے علاوہ ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیقات سے دو اقتباس دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔

① "The original of the Quran was in Arabic and the text is still in use ...... A text in the original language, a codification under the suspices of the prophet himself, a continued preservation by the simultaneous double control of memory and writing, in addition to studying under qualified teachers, and this by a large number of

individuals in every generation, and the absence of any variants in the text. These are some remarksable features of the Quran, the holy book of Muslims" (39)

② ''...... کچھ عرصہ پہلے کا ذکر ہے' جرمنی کے عیسائی پادریوں نے یہ سوچا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آرامی زبان میں جو انجیل تھی وہ تو اب دنیا میں موجود نہیں۔ اس وقت قدیم ترین انجیل یونانی زبان میں ہے اور یونانی سے ہی ساری زبانوں میں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ لہٰذا یونانی مخطوطوں کو جمع کیا جائے اور ان کا آپس میں مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ یونانی زبان میں انجیل کے جتنے نسخے دنیا میں پائے جاتے تھے کامل ہوں یا جزئی ان سب کو جمع کیا گیا اور ان کے ایک ایک لفظ کا باہم مقابلہ Collation ' کیا گیا۔ اس کی جو رپورٹ شائع ہوئی اس کے الفاظ ہیں' کوئی دو لاکھ اختلافی روایات ملتی ہیں' اس کے بعد یہ جملہ ملتا ہے کہ ان میں ۸/۱۱ اہم ہیں' غالباً اس رپورٹ کے بعد کچھ لوگوں کو قرآن کے متعلق حسد پیدا ہوا۔ جرمنی ہی میں میونک یونیورسٹی میں ایک ادارہ قائم کیا گیا قرآن مجید کی تحقیقات کا ادارہ' اس کا مقصد یہ تھا کہ ساری دنیا سے قرآن مجید کے قدیم ترین نسخے جمع کیے جائیں۔ جمع کرنے کا یہ سلسلہ تین نسلوں تک جاری رہا۔ اس کے تیسرے ڈائریکٹر Pretzl نے شخصاً مجھ سے بیان کیا (1933ء کی بات ہے) کہ ہمارے ادارے میں قرآن مجید کے بیالیس ہزار نسخوں کے فوٹو موجود ہیں اور مقابلہ کا کام جاری ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں اس ادارے کی عمارت پر ایک امریکی بم گرا اور عمارت کا کتب خانہ اور عملہ سب کچھ برباد ہو گیا۔ لیکن جنگ کے شروع ہونے سے کچھ ہی پہلے ایک عارضی رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں کہ قرآن مجید کے نسخوں میں مقابلے کا جو کام ہم نے شروع کیا تھا' وہ ابھی مکمل تو نہیں ہوا لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ ہے کہ ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں لیکن اختلاف روایت ایک بھی نہیں'' (۴۰)

○ حدیث کے مماثل چیزیں

قرآن کی مماثل چیزیں اور قوموں میں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً یہود کے ہاں توریت اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے یا اور قوموں کے ہاں بھی دعویٰ ہے کہ خدا کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں لیکن حدیث کی مماثل چیزیں دیگر قوموں میں مجھے نظر نہیں آتیں۔ بدھ مت میں ایسی چیز موجود ہے مگر اس کی وہ اہمیت نہیں ہے جو ہمارے ہاں حدیث کی ہے۔ بدھ مت کی اساسی اور بنیادی کتاب اسی قسم کی ہے جیسے ہمارے ہاں ملفوظات کے نام سے مشہور مجموعے ہیں۔

گوتم بدھ کے ملفوظات بھی صرف ایک شخص کے جمع کردہ ہیں لیکن حدیث کے مماثل کوئی ایسی چیز نہیں ملتی کہ بہت سے اہل ایمان اپنے مشاہدات اور اپنے مسموعات کو جمع کر کے بعد والوں تک پہنچانے کی کوشش کریں جیسا کہ حدیث کے مجموعوں میں کوشش کی گئی ہے...... صحاح ستہ جیسی حدیث کی کتابوں کے متعلق ہمیں یہ اطمینان ہے کہ ان کی تدوین، انسانی حد تک صحت کے تمام اصول و شرائط کے مطابق ہوئی ہے لہٰذا حدیث کی کم ترین درجے کی کتاب کو بھی میں پورے اعتماد کے ساتھ دوسری قوموں کی مستندترین کتابوں پر ترجیح دوں گا گویا حدیث ایک ایسا علم ہے اور حدیث کے مندرجات ایسی چیزیں ہیں جن کے مماثل کوئی اور چیز دوسرے مذاہب میں ہمیں نظر نہیں آتی ان حالات میں تقابلی مطالعے کا امکان باقی نہیں رہتا۔(۴۱)

○ مذاہب عالم کے عقائد (Believes of the World Religions)

ایمان اور عقائد کے بہت سے اجزاء ہیں مثلاً توحید الٰہی پر ایمان، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، آخرت اور روز جزاء پر ایمان، خیر و شر کے من جانب اللہ ہونے پر ایمان۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے عقائد و افکار کے تقابل کے باب میں بھی منفرد خیالات پیش کیے ہیں لکھتے ہیں:

> ''اگر ہم ان عقائد کا دیگر مذاہب کے مماثل عقائد سے مقابلہ کریں تو اسلام کی امتیازی حیثیت ظاہر ہوتی ہے اور ایسے نکتے نظر آتے ہیں جن پر آدمی واقعی سر دھننے لگتا ہے''۔(۴۲)

زمانے میں تکلیف دے کر صلیب پر مارا گیا۔ پھر وہ جہنم میں گئے' تین دن وہاں رہے اس کے بعد آسمان پر گئے وہاں خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھے۔ آئندہ زمانے میں وہ دوبارہ آئیں گے تا کہ زمین پر زندوں اور مردوں کا حساب لیں۔ پھر اس کے بعد کچھ اس طرح کے الفاظ ہوتے ہیں کہ 'گوشت پوست کے ساتھ ہی ہمارا حشر ہوگا اور ابدی زندگی حاصل ہوگی۔ تو میں نے اشارہ کیا کہ اگر یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے کے بعد خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھے تو کوئی شخص خود اپنے داہنے ہاتھ پر نہیں بیٹھتا۔ اس کے معنی یہی ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ ہیں اور خدا الگ ہے۔ وہ خدا کے معزز مہمان تو ہو سکتے ہیں کہ خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھے ہیں لیکن وہ خود خدا نہیں ہو سکتے' اس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کے توحید کا تصور ہونے کے باوجود اس کا اظہار (Formulation) اس طرح ہوتا ہے جو قابل قبول نہیں رہتا بلکہ خود اپنی تردید کرتا ہے۔ (۴۳)

توحید کے متعلق مسلمانوں کا تصور اتنا سادہ ہے اور اس قدر پرزور ہے کہ اس طرح کی کوئی چیز دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتی۔ ابھی میں نے پارسیوں کا ذکر کیا زردشت بھی خدا کے ایک ہونے کا قائل ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہاں ثنویت (Duality) یعنی دو خداؤں کا تصور بھی پیدا ہو گیا ہے۔ زردشت کہتا ہے کہ برائی کو خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ نہ صرف یہ کہ خدا خود برا کام نہیں کرتا بلکہ یہ کہ برائی کا پیدا کرنے والا بھی خدا نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کی ذات کے منافی ہے کہ خدا جیسی ہستی برائی کو پیدا کرے۔ لہٰذا وہ کہتا ہے کہ برائی کا خالق الگ ہے اور بھلائی کا الگ ہے۔ اس طرح دو الگ خالق یا خدا ہیں۔ یہ نظریہ تو نیک نیتی پر مبنی ہے کیونکہ خدا کی عظمت کا احترام کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ خدا برائی پیدا نہیں کرتا لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا میں چونکہ اکثر اوقات برائی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور بھلائی کو شکست ہوتی ہے' گویا بھلائی کا خدا مغلوب ہو جائے' کیا ہم اسے خدا تسلیم کریں گے؟ علمی نقطہ نظر سے یہ دشواریاں جو اس طرح کے تصورات پیدا ہوتی ہیں وہ اسلامی تعلیم توحید میں بالکل نہیں۔ اسلامی عقیدہ توحید میں زور دیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ایک طرف کامل نفی ہے۔ دوسری طرف استثناء کے ذریعے سے محدود بھی کر دیا گیا ہے کہ صرف یہی اللہ ہے۔ یہ زور بیان کسی اور مذہب کی تعلیم میں نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ یہودیوں کے ہاں بھی صرف اتنا ہے کہ خدا ایک ہے لیکن یہ زور کہ لا الہ الا اللہ (کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے) وہ امر ہے جو یہود کی تعلیم میں بھی نہیں ملتا'' (۴۴)

○ نظریہ توحید

عقائد کے سلسلے میں پہلی چیز اللہ پر ایمان ہے بعض ادیان اللہ کے ایک ہونے کے قائل ہیں اور اس بات کو صراحت سے بھی بیان کرتے ہیں حتیٰ کہ عیسائی بھی جن کے متعلق عام طور پر یہ تصور ہے کہ وہ تثلیث پر ایمان رکھنے کے باعث ایک نہیں تین خداؤں کو مانتے ہیں اسی طرح پارسی بھی خدا کے ایک ہونے پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں ہندوؤں کے ہاں بھی بعض ایسے فرقے ہیں جو توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ اسلام کا نظریہ توحید بہ نسبت اور دینوں کی تعلیم کے زیادہ مقبول، زیادہ سادہ اور زیادہ اچھا ہے مثال کے طور پر جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ عیسائیوں میں تثلیث کا تصور پایا جاتا ہے لیکن کسی عیسائی سے پوچھو اور اس سے کہو کہ تم تین خداؤں پر ایمان رکھتے ہو تو وہ تم سے لڑ پڑے گا۔ کہے گا قطعاً نہیں ہم ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ باپ، بیٹا، روح القدس۔ یہ تینوں ایک ہی خدا کے مظہر ہیں میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ صرف چند اشارے کروں گا کہ ان کا یہ بیان کہ تثلیث سے مراد توحید ہی ہے' داخلی تضاد کے باعث نا قابل قبول ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں کوئی سال ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا پیرس میں ایک عیسائی ادارے کی طرف سے مجھے دعوت ملی کہ کسی اسلامی موضوع پر لیکچر دوں اور اس میں اسلامی عقائد کا ذکر کروں وہاں میرا تعارف کراتے ہوئے وہاں کی پراٹسٹنٹ یونیورسٹی کے ریکٹر Rector نے بظاہر مجھ کو سمجھانے کے لئے اصرار اور تکرار سے کہا کہ عیسائی تین خداؤں کو نہیں مانتے ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنی تقریر شروع کی اور اس کا مجھے جواب دینا ایک لحاظ سے ضروری ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اگر عیسائی واقعی صرف ایک خدا کو مانتے ہیں تو بسر و چشم، لیکن عیسائیوں کے ہاں ایک طرف اصرار کے ساتھ یہ ادعاء ہے کہ خدا ایک ہے اور دوسری طرف ان کے ہاں آمنت باللہ کی طرح کی جو Creed پائی جاتی ہے اس میں ایسی چیزیں بیان ہوتی ہیں'' جو اس کی تائید نہیں کرتیں بلکہ تردید کرتی ہیں۔ غالباً آپ کو علم ہوگا کہ جس طرح مسلمانوں کے ہاں آمنت باللہ و ملئکة و کتبه و رسله کی طرح ایک (Creed) پائی جاتی ہے اسی طرح عیسائیوں کے ہاں بھی ہے جس کے الفاظ کم و بیش اس طرح ہوتے ہیں کہ میں خدا پر ایمان لاتا ہوں اور خدا کے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں جن کو فلاں بادشاہ کے

○ کتابوں اور رسولوں پر ایمان

اس کے بعد عقائد کا اہم جز کتابیں ہیں یعنی میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ اتنا اہم کلمہ ہے کہ اس کے مماثل ہمیں کوئی چیز دوسرے مذاہب میں نظر نہیں آتی۔ وہ اس لئے کہ اگر یہاں یہ کہا جاتا' میں کتاب پر ایمان لاتا ہوں' یعنی قرآن مجید پر تو یہ صرف ایک کتاب ہوئی لیکن ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایک کتاب پر نہیں بلکہ خدا کی بھیجی ہوئی ساری کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس عقیدے میں ایک طرف فراخ دلی اور وسیع القلبی کا پہلو ہے اور دوسری طرف اسلام کے عالمگیر ہونے اور ابتداء سے لے کر قیامت تک مسلسل جاری رہنے کا تصور بھی ہے کیونکہ اگر ہم کتابوں پر ایمان لائیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنی بھی کتابیں آئی ہیں وہ سب مختلف لوگوں کی نہیں ہماری اپنی کتابیں ہیں۔ مثلاً توریت یہودیوں ہی کی کتاب نہیں بلکہ ہماری کتاب بھی ہے۔ انجیل عیسائیوں ہی کی کتاب نہیں ہماری کتاب بھی ہے۔ ایسی تعلیم ہمیں دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی عام طور پر یہ دوسرے مذاہب والے یہ کہتے ہیں کہ سارے مذاہب غلط ہیں' انہیں چھوڑ دو۔ صرف ہمارا مذہب سچا ہے میں بھی بطور مسلمان کے یہی کہوں گا کہ میرا دین سچا ہے لیکن دوسرے مذاہب بھی اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے اور الٰہی مذاہب ہیں۔ اگر چہ ان پرانے مذاہب پر عمل نہیں کرتا۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ خدا کی بھیجی ہوئی ساری کتابیں خدا ہی کا حکم ہیں اور اسی بنا پر ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ اپنی معروف انگریزی کتاب Introduction to Islam میں رقمطراز ہیں:

> "...... Be it what it may, it is a dogma for every Muslim to believe not only in the Quran, but also in the collections of Divine revelations of Pre-Islamic epochs. The Prophet of Islam has not named Buddha, nor Zorooster nor the founder of Indians Brahminism. So the Muslims are not authorised to affirm categorically the Divine character, for instance, of Avesta or of Hindu Vedas; yet they cannot

formally reject either the possibility of the Vedas and Avesta having been in their origion based on Divine revelations, or of having suffered a fate similar to that of the pentateuch of Moses. The same is true in connection with what appertains to China Greeces and other lands".(45)

کتابوں اور رسولوں پر مبنی اس تصور کا نفسیاتی فائدہ بھی ہے بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ ''اگر میں کسی یہودی یا کسی عیسائی کو یہ کہوں کہ تیرا مذہب جھوٹا ہے، تیری نجات کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ تو اسلام قبول کرے، تیرے پاس جو کتابیں ہیں وہ لغو اور جلا دینے کے قابل ہیں، تو اسے دکھ ہوگا اور غالباً وہ جوش غضب سے اس قدر مغلوب ہو جائے گا کہ اسلام کی حقانیت کے بارے میں میری کوئی بات سننے یا ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر میں اسے یہ کہوں کہ تمہارا دین بھی سچا ہے، تمہارے ہاں کی کتاب بھی سچی ہے، وہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب ہے اور وہی اللہ، جس نے تمہیں یہ کتاب دی اس نے ایک آخری کتاب بھی بھیجی ہے، تم اس کو پڑھو اور غور کر کے دیکھو کہ اس میں کیا بیان ہوا ہے، وہ نسبتاً زیادہ خوش دلی کے ساتھ اس کو پڑھنے اور غور کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ اسی طرح اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لانے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس میں بھی وہی فراخ دلی، وسیع القلبی، تحمل اور رواداری کا پہلو نظر آتا ہے۔(۴۶)

❍ جنت اور دوزخ کا تصور

ہندوؤں اور بدھ مت والوں کا تصور اس کے بارے میں کچھ اور ہی ہے۔ یہ دلچسپ ضرور ہے لیکن ظاہر ہے کہ اسے مسلمان قبول نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ کائنات کا وجود ازل سے ابد تک صرف اتنا ہی ہے جتنا ایک بلبلے کا وجود، جو دریا میں موج کے تلاطم سے پانی کی سطح سے اچھل پڑتا ہے پھر آن کی آن میں دوبارہ گر کر دریا کے پانی میں غائب ہو جاتا ہے۔ انسان کی ہستی بھی اس کائنات کے محض ایک جزو کی ہے۔ اسی طرح ان کا تصور تناسخ یہ ہے کہ اگر آدمی اچھا کام کرے تو اسے جزا ملے گی۔ میں ابھی بیان کروں گا کہ کیا ملے گی اور اگر برا کام کرے گا تو اسے سزا ملے گی۔ ہندوؤں کے عقائد کے مطابق یہ ہے کہ وہ سزا اس برائی کی نوعیت کے مطابق ہوگی۔ اگر اس نے تھوڑی برائی کی ہے۔ مثلاً

وہ بادشاہ ہے تو مرنے کے بعد غلام کے طور پر پیدا ہوگا۔ اگر اس نے اس سے بھی زیادہ برائی کی ہے تو وہ مرنے کے بعد کتا یا بلی بن جائے گا۔ اس کی برائی اگر اس سے بھی زیادہ ہے تو وہ درخت بنے گا۔ اس سے بھی بڑی برائی ہے تو وہ پتھر بن جائے گا۔ جمادات' نباتات' حیوانات یہ سب ارتقاء کی مدارج ہیں۔ اسی لحاظ سے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو پتھر بننے کی سزا دی گئی ہے تو اس پتھر کو ارتقاء کے ذریعے سے صدیوں کی مدت کے بعد درخت بننے کا موقع ملے گا۔ اگر درخت اپنی مدت حیات میں مفید کام کرتا رہے تو اس درخت کو صدیوں بعد جانور بننے کا موقع ملے گا۔ وہ جانور اگر اچھے کام کرتا رہے تو اسے ادنیٰ ترین قسم کا انسان یعنی شودر بننے کا موقع ملے گا۔ اگر شودر کی حیثیت سے انسان اچھے کام کرتا رہے اور اپنے فرائض انجام دیتا رہے تو مرنے کے بعد وہ دویش بنے گا۔ اس کے بعد کھتری بنے گا اس کے بعد برہمن بنے گا۔ اگر برہمن کی حیثیت سے اپنی زندگی اچھی طرح گذاری تو مرنے کے بعد دوبارہ خدا کی ذات میں ضم ہو جائے گا۔ جس طرح کہ وہ بلبلہ دوبارہ پانی میں گرا اور پانی بن گیا' برہمن دوبارہ خدا بن جائے گا۔ اگر برہمن نے زندگی برائی کے ساتھ گذاری تو اسے وہی سزا ملے گی اور یہ ان کا آواگون یا تناسخ کا تصور ہے۔ مسلمانوں کا تصور اس بارے میں جنت اور دوزخ کا ہے۔ خود قرآن حکیم اور حدیث میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جنت میں جانوروں اور پرندوں کا گوشت کھانے کو ملے گا۔ وہاں شراب کی' شہد کی اور دودھ کی نہریں ہوں گی۔ تو اس کا مفہوم یہ لینا پڑے گا کہ ہمارے عرفان و شعور کے مطابق' ہمارے ذہن میں آسائش اور لذت کا جو تصور ہے اس تصور کے مطابق بتایا گیا ہے کہ جنت میں یہ نعمتیں ہوں گی۔ ورنہ قرآن میں صراحت سے کہا گیا ہے کہ وہاں وہ چیزیں ہیں جن کا تمہیں تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ جب ہمیں ان کا تصور بھی نہیں ہو سکتا جیسے کہ حدیث کے صاف الفاظ ہیں کہ جنت میں وہ چیزیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھا' نہ کسی کان نے کبھی سنا' نہ کسی کے دل و دماغ میں ان کا خیال تک کبھی گذرا پھر ہم اسے کیسے سمجھائیں گے۔ انسانی زندگی میں انسان چاہتا ہے کہ اسے خوبصورت بیوی ملے۔ اچھی غذائیں ملیں وغیرہ وغیرہ تو قرآن مجید میں سمجھانے کے لئے ایسی ہی چیزوں کا ذکر آیا ہے جو انسان کو فطرتاً مرغوب ہیں بہر حال حور و قصور کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اگر یہ چیزیں نہ بھی ہوں تو بھی کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید خود کہتا ہے کہ تمہیں وہاں پر تمہاری خواہش کی ہر چیز ملے گی اور حدیث میں صراحت ہے کہ وہاں جو چیزیں ہیں ان کا تمہیں تصور بھی نہیں ہو سکتا تو امکانات باقی رہتے ہیں۔ (۴۷)

○ خیر وشر اور جبر وقدر کا تصور

عقائد کے سلسلے میں آخری چیز کہ برائی اور بھلائی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں، بہت پیچیدہ ہے۔ اس میں ایک طرف تو پارسیوں کے مذہب کی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نیکی کا خدا الگ ہے اور برائی کا خدا الگ ہے۔

اس نظریے میں منطقی اعتبار سے یہ خامی ہے کہ اگر نیکی کسی وقت مغلوب ہو جائے تو دوسرے معنوں میں اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ نیکی کا خدا مغلوب ہو یا اس کے باوجود ہم اسے خدا مانتے رہیں۔ اسے عقل قبول نہیں کرتی۔ اس کے برخلاف اسلام کہتا ہے "وقدر خیره و شره من الله تعالی" یعنی خیر وشر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سزا کیوں دی جاتی ہے؟ جبر وقدر کا یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے اس پر دنیا کے ہر مذہب میں صدیوں سے بحث ہوتی آ رہی ہے اور اب تک اس کا کوئی حل نہیں نکل سکا؟ اگر ہم ایک جواب دیں کہ انسان مجبور ہے اور وہی کرتا ہے جو خدا نے مقرر کر رکھا ہے تو اس پر کچھ اعتراض ہوئے ہیں۔ یہ ایک دوہری مشکل ہے یعنی دونوں صورتیں قابل اعتراض ہو جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے تاکید کی کہ اس بحث میں نہ پڑو۔ تم سے پہلے کی قومیں اس مسئلے پر بحث کرنے لگیں اور گمراہ ہو گئیں۔ ان حالات میں اصولاً مجھے مزید بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہونا چاہیے لیکن میں تھوڑی سی توضیح کرتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کہ اگر انسان کو مجبور قرار دیا جائے یعنی ایک مشین کی طرح وہی کام کرتا ہے جو خدا نے مقرر کر رکھا ہے تو ہم یہ سوچتے ہیں کہ اگر ہم برائیاں کریں تو سزا کیوں دی جاتی ہے؟ یہ اعتراض اور یہ سوال ٹھیک ہے لیکن یہی بھلا مانس انسان یہ کیوں نہیں سوچتا کہ اگر میں بھلائی کرتا ہوں تو وہ بھی خود بخود بالا ارادہ ہو گی پھر مجھے جنت کا کیا حق ہے؟ اس پر وہ چیزیں ہمارے ذہن میں نہیں آتیں بلکہ ہم خود طے کرتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے تو اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اللہ کو معلوم نہیں کہ انسان کیا کرنے والا ہے حالانکہ وہ عالم الغیب ہے۔ ساری اگلی اور پچھلی چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے سے جانتا ہے۔ اگر ہم انسان کو قادر قرار دے دیں تو اس کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ اللہ کو علم نہیں ہے کہ میں کیا کرنے والا ہوں اور اللہ ہمارے اس کام کو، جو ہم کرنے والے ہیں، خود پیدا نہیں کرتا بلکہ وہ ہم پیدا کرتے ہیں یہ ہے وہ دوہری شکل (Dilemma) جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بحث میں نہ پڑو۔

حقیقت میں یہ دونوں مختلف سطحوں کی مختلف درجات کی دو مختلف مداروں میں گھومنے والی چیزیں ہیں۔ انسان کی ذمہ داری اور جواب دہی ٔ زمینی تصور ہے۔ اللہ کی قدرت، اللہ کا مقرر کرنا یہ آسمانی تصور ہے۔ ان دونوں میں کس طرح کے تصادم کا کوئی امکان نہیں پایا جاتا۔ گویا میں اپنے ہر کام کا زمینی مفہوم میں ذمہ دار ہوں اور یہ چیز آسمانی مفہوم میں خدا کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کوئی تضاد یا تصادم نہیں ہے۔ (۴۸)

مذاہبِ عالم میں عبادات (Religious Practices)

دنیا کے ہر مذہب نے عبادات اور پوجا پاٹ کا ایک نظام دیا ہے اس سے جہاں روحانی تسکین ہوتی ہے وہاں ایک مرئی یا غیر مرئی ہستی کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے ڈاکٹر حمید اللہ نے عبادت کے اسلامی تصور پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

> "It may be recalled that the Islamic word for the service of worship is *'Ibadah'* which is from the same root a *'abd* i.e., slave. In other words worship is what the slave does, the service the master desires of him. (49)

اسلام اپنے محدود معنی میں اطاعت کرنے اور اپنے آپ کو دوسرے کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔ جب جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا نماز پڑھنا' روزے رکھنا' زکوٰۃ دینا اور حج کرنا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان عبادات پر تقابلی انداز میں روشنی ڈالی ہے ذیل میں ان کی تحقیقات کا جائزہ لیتے ہیں۔

○ نماز عبادات کی جامع

نماز کا مقابلہ اگر ہم دوسری قوموں اور دوسری ملتوں کی عبادات سے کریں تو ہمیں اسلام کی بڑی فوقیت نظر آتی ہے یہودیوں کی عبادت کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی معبد کو جاتے ہیں اور ان کا امام تورات کھول کر گھنٹے دو گھنٹے تک مسلسل تلاوت کرتا ہے اور سارے لوگ مرد اور عورتیں ادب کے ساتھ سنتے ہیں۔ پھر تلاوت ختم ہو جاتی ہے سارے لوگ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور کوئی چیز نہیں ہوتی ہمارے ہاں کی طرح رکوع وسجدہ' قیام وقعود' وغیرہ نہیں ہوتا۔

پارسیوں کے ہاں آتش پرستی ہوتی ہے اس کی بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ میں اس تفصیل میں نہیں جاتا صرف اشارۃً ذکر کرتا ہوں اس کی توجیہہ بعد میں کروں گا۔ ہندوؤں کے ہاں گائے کی پوجا ہوتی ہے۔ عیسائیوں کے ہاں ایک طرح سے صلیب کی پرستش ہوتی ہے۔ کیا چیزیں ہیں؟ بظاہر یہودی' پارسی اور عیسائی ہماری طرح کے انسان ہیں۔ صاحب عقل وفہم ہیں۔ اس کے باوجود یہ کیا بات ہے کہ وہ جاہلانہ حرکت کرتے ہیں کہ آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ لکڑی کی پوجا کرتے ہیں اور گائے (جانور) کی پرستش کرتے ہیں۔ ایک دن میرے ذہن میں خیال آیا کہ کسی کی تعریف دو طرح سے ہوسکتی ہے' براہ راست بھی اور بالواسطہ بھی مثلاً کسی مصور سے ہم کہیں کہ تم بڑے ماہر مصور ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اس تعریف سے خوش ہو جائے گا۔ لیکن اگر مصور سے مخاطب ہوئے بغیر اس کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ایک طرف اشارہ کر کے ہم کہیں کہ کیا نفیس تصویر ہے تو اس بالواسطہ حمد وثنا سے مصور کو اتنی ہی خوشی ہوگی جتنی راست تعریف سے ہوسکتی ہے۔ پرانے مذہبوں میں بالواسطہ حمد وثنا کو اختیار کیا گیا مثلاً جس زمانے میں پارسی مذہب وجود میں آیا' اس وقت انسان نے آگ کو اپنے قابو میں کرلیا تھا آگ سے فائدہ اٹھانا اور اس کی ہلاکتوں سے بچنا انسان نے سیکھ لیا تھا۔ اس وقت اس نے سوچا کہ اللہ کی قدرت کے مظاہر اور شواہد میں سب سے طاقتور چیز آگ ہے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جو بھی قریب جاتا ہے جل کر ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پارسی مذہب کے بانیوں نے کہا کہ ہم خدا کی تعریف کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بہترین مظہر آگ کی پرستش کرنا چاہیے۔

ہندوستان میں جب آریہ آئے تو انہوں نے اپنی زرعی معیشت میں گائے کو سب سے مفید اور منفعت بخش پایا' تو خدا کی اس سب سے بڑی نعمت کے گن گانے لگے اور خدا کی نعمتوں کی سب سے بڑی علامت کے طور پر اس کا احترام کرنے لگے۔ اللہ ایک منعم ہے۔ لہٰذا اس کا شکر ادا کرنے کے لئے وہ اس کی سب اچھی نعمت کی تعریف کرتے ہیں اور اس کا ادب کرتے ہیں یوں بالواسطہ وہ اللہ کا ادب کرنا چاہتے اور اللہ کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔ یہودیوں کے ہاں اپنی عبادت میں صرف توریت تلاوت کی جاتی ہے جس کو وہ خدا کا کلام کہتے ہیں۔ خدا کے کلام کی تلاوت ان کے نزدیک عبادت ہے کلام اللہ کی تلاوت کے معنی ہیں کہ ہم اللہ کے احکام سے واقفیت حاصل کریں اس پر عمل کریں اور اس کے مطابق اس تک پہنچیں۔ اس میں ایک عمیق مفہوم ہے۔ اللہ موجود ہے لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ یہ نہیں کہ وہ نہ ہو۔ وہ ہے اور ہم ہی اندھے ہیں کہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن بن دیکھے بھی ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور اس

تک پہنچنا چاہتے ہیں۔اس کا راستہ بھی ہمیں معلوم نہیں۔ یہ راستہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ایک اندھے کی ظاہر ہے کہ صرف آواز ہی کے ذریعے سے رہنمائی کی جاسکتی ہے۔اس لئے اندھے عاشق کو اس کا مہربان معشوق (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) آواز کے ذریعے سے کلام کے ذریعے سے اپنا راستہ بتاتا ہے یہ ہے رمز جو توریت کی تلاوت میں مضمر ہے۔ عیسائیوں کے ہاں ایک طرح کی وحدانیت کا تصور بھی ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کی ان لوگوں کو اس پر اصرار بھی ہے۔ان کے ہاں عبادت کے مراسم میں کئی چیزیں شامل ہیں ایک طرف تو وہ یہودیوں کی توریت ہی کی طرح سے انجیل کے اقتباسات کو عبادت کے وقت تلاوت کرتے ہیں' دوسری طرف ایک چیز ہے جسے کمیونن کا نام دیا جاتا کمیونن پروٹسٹنٹ لوگوں کے ہاں نہیں ہے۔ زیادہ تر کیتھولک اور آرتھوڈکس فرقوں میں پایا جاتا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ نماز یعنی عبادت کی تکمیل ہونے کے بعد ان کا پادری انہیں روٹی کا ایک ٹکڑا دیتا ہے۔ جسے وہ کھاتے ہیں اور شراب کے چند گھونٹ دیتا ہے جسے وہ پیتے ہیں اور تصور یہ ہوتا ہے کہ ہم خدا کی ذات میں مدغم ہو گئے ہیں کیوں؟ انجیل میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب رومیوں نے گرفتار کرلیا اور انہیں سولی پر چڑھایا جانے والا تھا تو آخری رات کو جب وہ اپنے حواریوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو انہوں نے یکا یک ایک روٹی اٹھائی اور اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا کر کہا اسے کھاؤ یہ میرا جسم ہے پھر ایک گلاس اٹھایا اور کہا کہ اسے پیو یہ میرا خون ہے۔ انجیل کے اس بیان کردہ واقعہ کو عیسائیوں کے ہاں بہت اہمیت دی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم روٹی کھائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم بن جاتے ہیں اور شراب پئیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خون بن جاتے ہیں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں اس لئے روٹی کھانے اور شراب پینے سے ہم خدا کو اپنے اندر مدغم کر لیتے ہیں یہ تصور بھی رمز کی حد تک قبول ہے۔(۵۰)

اب ہم دیکھیں گے کہ اسلام میں عبادت کا کیا طریقہ ہے۔نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔جس میں اللہ کی حمد وثنا ہے یعنی گویا ہم براہ راست حمد وثنا کرتے ہیں۔لہٰذا ہمیں ضرورت نہیں کہ کسی رمز کے ذریعے سے اللہ کی حمد کریں۔راست اور بالواسطہ دونوں چیزیں حمد کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔اور اسلام نے چاہا کہ اللہ جو ذات واجب الوجود ہے اس کی تعریف بھی راست ہونی چاہیے۔بہرحال اسلام نے بتایا کہ اللہ کی تعریف خود اللہ کے بتائے ہوئے الفاظ کے ذریعے سے کریں یہودیوں کے ہاں توریت کے متعلق جو تصور ہے کہ اللہ کا کلام ہمارا راہنما ہے اس لئے چاہیے

کہ ہم اس کی تعمیل کریں۔ اپنی نماز میں ہم بھی قرآن مجید یا کلام اللہ پڑھتے ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں کمیونین کا جو تصور ہے کہ ہم خدا کی ذات میں ضم ہو گئے وہ ایک مادی واسطہ ہے۔ اسلام نے دیکھا کہ اللہ کی ذات مجرد ہے۔ اس لئے اسے تقرب بھی مجرد طور سے ہونا چاہیے۔ وہ طریقہ مسلمانوں کے ہاں تشہد ہے۔ نماز کے اختتام کے وقت قیام رکوع سجود حمد وثنا غرض کائنات میں سے ایک نوع کے طریقہ عبادت کے ذریعے سے اللہ کو اپنی اطاعت شعاری کا یقین دلا کر ہم اپنے آپ کو اس بات کے قابل تصور کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے حضور میں باریابی کا موقع ملتا ہے تو چھوٹا سلام کرتا ہے اور بڑا مہربانی سے سلام کا جواب دیتا ہے التحیات کے معنی ہیں آداب عرض کرنا۔ یہ چیز معراج کے واقعہ سے لی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کے موقع پر اللہ کے حضور میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''التحیات للّٰہ کہا۔ اس پر مہربانی سے جواب دیا ''السلام علیك ایها النبی و رحمته اللّٰه و برکاته'' رسول اللہ نے اپنی امت کا بھی خیال فرمایا اور فوراً ہی کہا ''السلام علینا و علیٰ عباد اللّٰه الصٰلحین'' اور ہم سب حقیر امتوں کو بھی۔ ان برکات میں جو اللہ کی طرف سے نازل ہو رہی تھیں شامل کر لیا۔ حاضری اور ملاقات کو سلام اور جواب سلام کے ذریعے سے ہم نے رمز کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اللہ کی ذات میں مدغم ہو جانے کا تصور ہمارے نزدیک ناقابل قبول ہے۔ اس کی جگہ ہم اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اس کے حضور میں حاضر ہو کر آداب بجا لاتے ہیں۔ وہ ہمارے سلام قبول کرتا ہے اور ہم پر رحمت و برکت نازل کرتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی عبادات ایک طرح سے سارے مذاہب عالم کے بلکہ ساری کائنات کے طریقہ ہائے عبادت کا خلاصہ ہے۔ کائنات میں تین طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جمادات، حیوانات اور نباتات۔ جمادات کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کبھی حرکت نہیں کرتے بلکہ ساکت رہتے ہیں۔ نماز میں ہم پہلے بے حرکت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گویا جمادات کی عبادت کا طریقہ ہماری عبادت میں قیام کے ذریعے سے شامل ہو گیا۔ حیوانات ہمیشہ رکوع کی حالت میں رہتے ہیں یہ ان کی عبادت ہے۔ ہماری نماز رکوع کی حالت میں اسی کی مماثل ہے۔ درختوں کا منہ ان کی جڑیں جو زمین میں گڑی رہتی ہیں لہٰذا اسلامی عبادات میں نباتات کا طریقہ عبادت بھی شامل ہے۔ صرف جمادات، حیوانات اور نباتات ہی کی نہیں، نماز میں کچھ انسانی خصوصیات بھی ہیں جیسے التحیات اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی عبادات سارے دینوں بلکہ ساری کائنات کی عبادتوں کا مجموعہ ہے اس لئے ان سب سے فائق ہے۔ (۵۱)

○ روزہ کا تصور

حال ہی میں پیرس میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جسے ایک یورپین غیر مسلم (غالباً کیتھولک) ڈاکٹر ژوفرائے نے لکھا ہے اس کا عنوان 'روزہ' ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے مجھے عجیب وغریب باتیں معلوم ہوئیں۔ اس کا کہنا ہے کہ روزہ طبی نقطۂ نگاہ سے بھی انسانوں کے لئے مفید ہے۔ وہ ایک دلچسپ انکشاف کرتا ہے کہ روزہ انسانوں میں ہی نہیں بلکہ کائنات کی اور چیزوں، مثلاً درختوں اور حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا ہمارے موضوع سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں تاہم آپ کی دلچسپی کے لئے عرض کرتا ہوں۔ جہاں تک حیوانوں کا تعلق ہے ان کے متعلق اس نے ذکر کیا ہے کہ ایسے وحشی جانور جو بالکل فطری حالت میں رہتے ہیں۔ جس زمانے میں برف باری ہوتی ہے انہیں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی اور بعض اوقات اس کا سلسلہ کئی کئی مہینوں تک جاری رہتا ہے جن علاقوں میں برفباری شدید ہوتی ہے وہاں برف کی وجہ سے مہینوں تک نظر نہیں آتی اس صورت میں ایسے جانور جو اپنی غذا کو خود حاصل کرتے ہیں انہیں نہ کوئی چیز کھانے کو ملتی ہے اور نہ پینے کو، اس کے باوجود وہ نہیں مرتے۔ اس نے لکھا ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جانور، پرندے، سانپ وغیرہ سب پہاڑوں کے غاروں میں چلے جاتے ہیں اور وہیں سو جاتے ہیں اس کو Hibernation کہتے ہیں۔ یعنی سردی کے زمانے کی نیند۔ اس کا سلسلہ ہفتوں بلکہ مہینوں تک جاری رہتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ یہ نہ کھانے اور نہ پینے کی حالت، یعنی روزے کے باعث ان جانوروں میں نئے سرے سے جوانی آتی ہے۔ جب سردیوں کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور بہار کا موسم آنے لگتا ہے تو ایسے پرندے، جو ان غاروں میں ہیں، ان کے پرانے پر جھڑ جاتے ہیں اور نئے پر نکل آتے ہیں۔ جن کی طراوت اور خوش نمائی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نئے سرے سے جوان ہو گئے ہیں۔ اسی طرح سانپ کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ اس کی جھلی جھڑ جاتی ہے اور اس کو ایک نئی کھال یا نیا چمڑا ملتا ہے جو چمک دمک میں پہلے سے بہتر ہوتا ہے۔ اس زمانے میں ان جانوروں میں واقعی ایک جوانی سی آ جاتی ہے انہیں اپنی تعداد بڑھانے کے لئے نر کو مادہ سے ملنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس زمانے میں ان روزہ رکھے ہوئے جانوروں میں پہلے سے زیادہ قوت اور پہلے سے زیادہ جوانی آ جاتی ہے۔ اسی طرح درختوں کے متعلق وہ بیان کرتا ہے کہ سردیوں خصوصاً برفباری کے زمانے میں درختوں کے سارے پتے جھڑ جاتے ہیں انہیں کوئی پانی نہیں دیا جاتا۔ ان کی کسی قسم کی آبپاشی نہیں ہوتی۔ گویا وہ روزہ رکھتے ہیں روزے کی مدت ہفتوں

اور مہینوں تک چلتی ہے۔ یہ روزہ ختم ہونے پر درختوں کو ایک نئی جوانی حاصل ہوتی ہے۔ ان مشاہدات کی روشنی میں ڈاکٹر ژوفرائے کا کہنا ہے کہ انسانوں کو بھی ہر سال روزے رکھنے چاہئیں یہ ان کی صحت کے لئے بہتر ہوگا یہ ان کو نئی توانائی اور نئی جوانی عطا کریں گے۔ اس نے بہت سی لمبی بحثیں کی ہیں کہ آج کل بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جن کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا۔ ان کا علاج طویل یا مختصر فاقہ کشی، یعنی روزے کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ آخر میں اس نے نتیجہ نکالا ہے کہ انسانوں کو ہر سال سات ہفتے لازماً روزہ رکھنا چاہیے اور ہر ہفتہ میں ایک دن روزہ چھوڑ دینا چاہیے اس طرح اسے بیالیس روزے رکھنے چاہیں اسے ہم ان کا چلہ کہہ سکتے ہیں اس کی رائے میں انسان کی صحت کو محفوظ رکھنے کا یہ بہترین طریقہ ہے یہ طبی مشورہ عیسائی دینی عقائد واحکام سے متاثر ہے۔ (۵۲)

انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت ملنے سے قبل ایک صحرا میں معتکف ہوئے اور مسلسل چالیس دن روزہ رکھا تھا۔ ابتدائی عیسائی اس کی یاد میں خود بھی روزہ رکھنے لگے مگر عملدر آمد ہر جگہ یکساں نہ تھا۔ ۴۳۹ء سے پہلے شہر روما کے عیسائی صرف تین ہفتے روزہ رکھتے تھے تو اسکندریہ والے سات ہفتے جن میں سے سارے سینچر اور اتوار مستثنیٰ ہوتے بجز ایک مقدس سینچر کے اس طرح چھتیس روزے ہر سال رکھے جاتے تھے اور وہ خیال کرتے تھے کہ ۳۶ کی تعداد سال کا دسواں حصہ اور مال کی طرح غذا کا بھی دسواں حصہ زکات روزہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی پورا رمضان کا مہینہ روزہ رکھے پھر اس کے بعد کے مہینے میں شوال میں چھ دن روزے رکھے تو یہ پورا سال روزہ رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ اصل میں ایک آیت کریمہ پر مبنی ہے من جآء بالحسنة فله عشرا مثالها (۵۳) کوئی ایک نیکی کرتا ہے تو اسے دس گنا ثواب دیا جائے گا یہ بہت ٹھیک بیٹھتا ہے کہ ایک مہینہ کے دس مہینے اور چھ دن کے ساٹھ۔ (۵۴) ہندوؤں کے ہاں روزہ ہے لیکن زمانہ اور تعداد زیادہ معین نہیں۔ اور لزوم بھی کم ہے۔ بانیان مذہب کی تاریخ پیدائش اور سورج گرہن اور چاند گرہن جیسے اثر انداز کرشمہ ہائے قدرت کے موقعوں پر دین دار لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ اور سہ پہر کے تقریباً تین بجے افطار کر لیتے ہیں۔ میکسیکو کے سرخ فام لوگوں کے دینی سرکردہ سالانہ ۱۶۰ دن روزہ رکھتے ہیں گویا ایک دن آڑ۔ حدیث میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بھی عادت تھی۔ بعض ممالک میں قدیم زمانے میں موسم بہار میں روزہ رکھنا واجب کیا گیا تھا تا کہ غیر شادی شدہ لوگوں میں زنا کاری کم ہو۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ کسی کے پاس بیوی نہ ہو تو باعفت رہنے کے لئے روزہ رکھا کرے۔ (۵۵)

○ حج کا تصور

دوسری قوموں کا حج یا تو اپنے کسی بزرگ، کسی ولی کسی بانی مذہب کی زیارت کرنا ہے یا مظاہر قدرت اور عجائبات میں سے کسی بہت ہی عجیب چیز کی زیارت کرنا ہے۔ چنانچہ ہندو دریائے گنگا کے منبع کی زیارت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔ دریائے گنگا اور جمنا کا سنگم جوالہ آباد کے مقام پر ہے۔ اس کی زیارت میں بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کے ہاں حضرت عیسیٰ کی جو مبینہ قبر ہے۔ ہر چند وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جا چکے ہیں اور قبر خالی ہے، لیکن ان کے نزدیک اس قبر کی زیارت کرنا بہت ثواب کا کام ہے۔ عام عیسائی جو بیت المقدس نہیں جا سکتے وہ سینٹ پیٹر [پطرس] کی قبر کی جو ویٹی کان (Vatican) اٹلی میں ہے، زیارت کرنا ثواب سمجھتے ہیں اور تو اور مذہب کے نام تک سے نفرت کرنے والے کمیونسٹ جب انگلستان جاتے ہیں تو ان کے نہایت ہی محترم افراد مثلاً وزیر اعظم اور وزیر خارجہ بھی کارل مارکس کی قبر کی زیارت کو ضرور جاتے ہیں جو انگلستان میں دفن ہے گویا ان کے ہاں بھی حج پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ سارے حج یا تو مظاہر قدرت کے کسی مقام کی زیارت یا اپنے کسی مقدس آدمی کی زیارت پر مشتمل ہے۔ مسلمانوں کا حج ان سب سے مختلف ہے اور وہ ہے اللہ کے گھر کی زیارت۔ اس کے حضور میں اس کے مکان میں حاضر ہو کر باریابی حاصل کرنا۔ کعبے کو علامتی طور پر بیت اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک رمز ہے جس کی توجیہہ ان نوجوانوں کے لئے شدید دلچسپی کا باعث ہو جنہوں نے کبھی اس پہلو پر غور نہیں کیا۔ اللہ کے اسماء حسنیٰ ننانوے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے نام بھی ہیں جو اللہ کی صفات کے مظہر ہیں مثلاً رزاق، خالق وغیرہ وغیرہ۔ ان ناموں میں سے جو نام میری رائے میں انسان اور خدا کے تعلقات کی سب سے بہتر نمائندگی کرتا ہے وہ نام ہے ''الملک'' بادشاہ۔ جب ایک نام کسی غرض کے لئے منتخب کر لیا گیا تو انسانی سوسائٹی میں اس نام کے ساتھ جو لوازم ہیں ان کو بھی قبول کرنا ہوگا۔ بادشاہ سے کچھ چیزیں خاص طور پر منسوب ہیں مثلاً بادشاہ کے پاس فوجیں ہوتی ہیں وللّٰہ جنود السموات و الارض، بادشاہ کے پاس خزانے ہوتے ہیں وللّٰہ خزائن السموات و الارض، بادشاہ کے پاس ملک ہوتا ہے۔ وللّٰہ ملك السموات و الارض، جب سلطنت کا رقبہ بہت وسیع ہو تو بادشاہ اس کے پایہ تخت یا صدر مقام تجویز کرتا ہے۔ پایہ تخت کے لئے انگریزی زبان کے ایک لفظ سے آپ واقف ہوں گے۔ (Metopolis) یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں شہروں کی ماں۔ اس کے

معنی ہیں قرآن کا لفظ ''ام القریٰ'' اور شہر مکہ ام القریٰ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ گویا اللہ کی سلطنت کا وہ صدر مقام ہے جب ایک میٹروپولیس یا ام القریٰ ہو تو وہاں بادشاہ کا محل بھی ہوگا چنانچہ بیت اللہ الحرام، اللہ کا مکان یا اللہ کا گھر وہاں پر موجود ہے۔ گویا کعبہ جو بیت الحرام ہے یہ اس بادشاہ کا محل ہے۔ کسی ملک میں بادشاہ ہو تو یہ ہمیشہ سے رواج رہا ہے کہ رعایا کے نمائندے پایہ تخت کو جا کر بادشاہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور اپنی اطاعت کا یقین دلاتے ہیں۔ حج کے سلسلے میں جب لوگ مکہ معظّمہ جاتے ہیں اور کعبہ کے سامنے حاضر ہوتے ہیں تو وہ حجر اسود پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف کا آغاز کرتے ہیں۔ اس کو ہمارے فقہاء دو ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اسے استلام بھی کہتے ہیں اور بیعت بھی کہتے ہیں بیعت کے معنی ہیں اپنے آپ کو بیچ دینا۔ اپنے آپ کو (اللہ کے ہاتھ) فروخت کر دینا اور کہہ دینا اے اللہ میں اپنی ذات کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ ہم اللہ سے ایک معاہدہ کرتے ہیں اور معاہدہ کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کے شخص پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے ایک متواتر حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں ''الحجر الاسود یمین اللّٰہ فی الارض'' (حجر اسود زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے) چنانچہ اللہ کے دائیں ہاتھ پر ہم معاہدہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں جب ہم اپنی اطاعت کے ذریعے اپنے بادشاہ کو ہم اطمینان دلا دیتے ہیں کہ ہم اس کے سچے اور مخلص مطیع ہیں تو وہ سب سے بڑا اعزاز جو مالک ہمیں عطا کرتا ہے وہ قصر شاہی کی پاسبانی کا اعزاز ہے۔ جو ساری عمر کی بجائے سات مرتبہ طواف کرنا کافی قرار دیا گیا ہے۔ (۵۶)

❹ مذاہب عالم کی تعلیمات (Teachings of Religions)

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اپنی تصنیفات میں جا بجا ایسے اشارات دیئے ہیں جن میں مذاہب عالم کی تعلیمات کا ذکر ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے چند نکات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

○ قرآنی علوم

قرآن مجید پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلے گا کہ اس میں بے شمار علوم کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں صرف دین و عقائد، عبادات اور متعلقہ اخلاقی چیزوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں بہ کثرت اور علوم بھی نظر آتے ہیں۔ اگر میں توریت کو بنی اسرائیل کی تاریخ کہوں تو اس میں پہلے تمہیدی باب کے بعد جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک

کے حالات بیان کئے گئے ہیں باقی سب چیزیں بنی اسرائیل کی تاریخ سے متعلق ہیں۔اس طرح آپ انجیل کو پڑھیں تو وہ ایک ہی شخص یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری ہے۔اس کے برخلاف قرآن مجید نہ تو عرب کی تاریخ ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بلکہ سارے بنی آدم کی تاریخ ہے قرآن مجید میں بے شمار بادشاہوں' نبیوں اور قوموں کے قصے بیان کئے گئے ہیں۔ان کے ذریعے مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ گذشتہ لوگوں کے اچھے یا برے انجام کو سامنے رکھ کر ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ زندگی گذاریں۔(۵۷)

غلام بنانا

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ توریت وانجیل میں غلام بنانے کا ذکر تو ہے لیکن غلامی کی آزادی کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ایک بھی ایسی آیت توریت وانجیل میں نہیں ہے جس کی رو سے غیر یہودی غلاموں کو آزاد کیا جاسکتا ہو۔اس کے برخلاف قرآن نے کہا ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے اور آگے چلئے مختلف گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے قرآن حکیم نے حکم دیا ہے کہ غلام کو آزاد کرو۔مثال کے طور پر ایک آدمی اپنی بیوی کو ظہار نامی طلاق دے کر پچھتائے یا کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے تو علاوہ خون بہا کے قرآن مجید نے یہ حکم دیا ہے کہ غلام کو آزاد کر کے کفارہ دو۔اگر غلام تمہارے پاس نہ ہو اس صورت میں دوسرے کام انجام دے سکتے ہو مگر غلام آزاد کرنے کا حکم شروع میں آتا ہے۔قرآن حکیم کی سورۃ توبہ آیت ۶۰ میں ایک لفظ آیا ہے" فی الرقاب" اس پر سارے مفسرین اور فقہاء متفق ہیں کہ "رقاب" سے مراد دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ مسلم یا غیر مسلم غلام جو ہماری ملکیت میں ہوں ان کی رہائی کے لیے یہ سرکاری رقم لگائی جائے دوسرے ہماری رعایا کے مسلم یا غیر مسلم لوگ جو دشمن کے ہاتھوں قید ہو جائیں ان کے فدیہ دینے کی بھی ضرورت ہے۔اگر حکومت کے بجٹ میں سالانہ ایک مخصوص رقم ملک کے غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے رکھنا لازمی ہو تو بہت آسانی سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کچھ ہی دنوں کے بعد اس ملک میں ایک بھی غلام باقی نہیں رہے گا۔کیا ایسی مثال دنیا کی متمدن سے متمدن حکومت بھی پیش کر سکتی ہے؟ آج بھی لوگوں کو غلام بنایا جاتا ہے۔ان کی مرضی کے خلاف Concentration کیمپوں میں بھیجا جاتا ہے۔جہاں وہ غلاموں سے بھی بدتر زندگی گذارتے ہیں۔بہرحال میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر غلامی انسانیت کے لئے ناسور ہے تو کم از کم، اسلامی غلامی، انسانیت کے ناسور کا علاج ہے۔(۵۸)

○ قانونِ اسلامی کا امتیاز

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت دنیا کے سامنے ایک قانونی چیلنج تھا کہ اگر تم میں ہمت ہے تو اس رومی قانون سے بہتر قانون بناؤ۔ اس چیلنج کا ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے جواب دیا اور وہ قانون بنایا جو جسٹینین (Justinian) کے قانون سے بھی حقیقتاً بہتر ہے۔ اس میں وہ کمزوری بھی نہیں جو جسٹینین کے قانون میں تھی بلکہ استحکام، استقامت اور پائیداری بھی ہے۔ اسلامی قانون میں جو وسعت اور ہمہ گیری ہے وہ رومی قانون میں نہیں ہے مثلاً جسٹینین کے کوڈ میں دینی امور اور عبادات کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے اسی طرح اور بہت سی چیزیں جو اسلامی قانون میں ملتی ہیں وہاں نظر نہیں آتیں۔ اگر کوئی شخص غیر جانبداری سے رومی اور اسلامی قانون کا موازنہ کرے تو وہ یقیناً یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اسلامی قانون ہی بہتر ہے۔ میں نے چند ابواب کی حد تک رومی اور اسلامی قواعد کا تفصیلی مقابلہ کیا ہے اور ذاتی علم کی بنا پر یہ دعویٰ کر رہا ہوں۔ (۵۹)

○ شرائع ماقبل۔ قانون کا اہم مآخذ

اسلام سے قبل کے صحف سماوی ''شرائع من قبلنا'' کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ﴾(٦٠)

ہم نے یہودیوں کے لئے توریت میں حکم دیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، صراحت سے یہ توریت کا اور یہودیوں سے مختص قانون ہونے کے باوجود اسلامی قانون کا جز بن جاتا ہے۔

ایک دوسری مثال سورۃ نور آیت ۲ میں جہاں غیر شادی شدہ زنا کار مرد اور عورت کو ایک سو درے یا کوڑے مارنے کا حکم ہے، لیکن شادی شدہ لوگوں کی زنا کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے شادی شدہ، لوگوں کی زنا کاری پر توریت اور انجیل دونوں میں رجم کرنے کا حکم موجود ہے۔ (اور صحیح بخاری وغیرہ کی روایت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صحت کی توثیق بھی فرمائی ہے) لہٰذا جس توریتی اور انجیلی حکم سے قرآن نے سکوت کیا وہ برقرار رہے گا۔

چنانچہ اسلام میں بھی رجم کے حکم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کے سارے خلفاء اور فقہاء نے برقرار سمجھا اور نافذ کیا۔ غرض شرائع من قبلنا بھی اسلامی قانون کا ایک مآخذ ہیں بشرطیکہ ان کی صحت کا ثبوت ملے اور قرآن وحدیث نے ان کو بدلنے کا حکم نہ دیا ہو۔ (۶۱)

5 اصطلاحات مذاہب عالم

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے جابجا مذاہب عالم کی بعض اصطلاحات کی نہایت دلچسپ اور علمی انداز میں بحث کی ہے۔ ان میں سے چند ایک کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا۔

○ بیت ایل

بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو قصہ بیان کیا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ جب وہ عراق سے ترک وطن کر کے فلسطین آئے تو انہوں نے مختلف مقامات پر ''بیت ایل'' تعمیر کئے۔ بیت وہی لفظ ہے جو عربی میں ہے اور ایل کے معنی اللہ کے ہیں۔ یہ لفظ ہم کو جبرئیل اور اسرائیل وغیرہ میں نظر آتا ہے۔ بیت ایل کے معنی ہیں ''اللہ کا گھر'' بائبل کے مطابق انہوں نے فلسطین کے بہت سے مقامات پر اللہ کی عبادت گاہیں تعمیر کیں اور مقامی باشندوں کو بتایا کہ اپنے پروردگار اور خالق کی کس طرح عبادت کریں۔ (۶۲)

○ ناموس

ناموس کا لفظ عام طور پر عزت کے لئے مستعمل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں یہ مفہوم نہیں ہوسکتا (ورقہ بن نوفل کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے) بعض مفسرین ناموس کے معنی ''قابل اعتماد'' لکھتے ہیں۔ اسلامی ادبیات میں وہ روح الامین ہیں مگر یہ معنی بھی یہاں کام نہیں دیتے میرے ذہن میں آتا ہے کہ ناموس اصل میں ایک اجنبی لفظ ہے جو معرب ہوکر عربی زبان میں مستعمل ہوا۔ یہ یونانی زبان کا لفظ نوموس (Nomos) ہے یونانی زبان میں لفظ توریت کو نوموس یعنی قانون کہتے ہیں دوسرے لفظ میں ورقہ بن نوفل کا بیان ہے کہ یہ چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت سے مشابہہ ہے اور یہی معنی زیادہ قرین قیاس ہیں۔ (۶۳)

○ انجیل

انجیل کے معنی ''خوش خبری'' کے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ غالباً یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو حالات زندگی انجیل میں ملتے ہیں ان کے مطابق عام طور پر وہ کسی گاؤں میں جایا کرتے تھے اور وہاں کے لوگوں سے کہتے تھے۔ کہ میں بشارت دیتا ہوں کہ خدا کی حکمرانی اب جلد آنے والی ہے۔شاید اسی اساس پر کتاب کا نام بھی یہی ہوگا۔(۶۴)

○ فارقلیطس

یہ ایک یونانی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی یونانی زبان میں Director یا راہنما کے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ خیال عام ہے کہ یہ وہ لفظ ہے جس کے معنی احمد کے ہیں۔ یہ خیال مسلمانوں میں غالباً اس وجہ سے عام ہوا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین سیرت نگار ابن اسحاق نے ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر قدیم دینی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ فارقلیطس کا لفظ انجیل میں آیا ہے جس کے معنی احمد کے ہیں۔ یہ تھا خلاصہ اس قصے کا اور میں سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیشن گوئی فرمائی ہو جیسا کہ قرآن نے بھی اس کی تائید کی ہے: ﴿ وَ مُبَشِّرا بِرَسُوْلٍ يَأْتِىْ مِنْ بَعْدِىْ اِسْمُهٗ اَحْمَدْ ﴾ (۶۵)

پیرقلیطس اور پاراقلیطس (Para Kletos) دو یونانی لفظ ہیں ان میں تھوڑا سا فرق ہے۔ پیرقلیطس کے معنی ہیں جو حمد وثنا کا مجسم نمونہ ہے احمد اور پاراقلیطس کے معنی ہیں Director یا رہنما۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ آخری نبی آئے گا۔ جو ہادی ہوگا یا یہ فرمایا کہ آخری نبی آئے گا جو حمد وثنا کا مجسم نمونہ ہوگا تو نتیجہ ایک ہی ہے۔ وہ ایک پیش گوئی کر رہے تھے کہ میں نے دین کی تکمیل نہیں کی۔ میرے بعد ایک اور نبی آئے گا وہ اس کی تکمیل کرے گا۔ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے اس کی تائید انجیل کے بعض دوسرے قصوں سے بھی ہوتی ہے مثلاً ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے جلد ہی دنیا سے جانا پڑے گا وہ مزید کہتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ میں یہاں سے جاؤں تا کہ آسمانی باپ تمہیں وہ شخص روانہ کرے جو تمہیں وہ چیزیں بیان کرے گا جو میں اب تک بیان نہیں کر سکا ہوں۔(۶۶)

○ ذوالکفل

قرآن مجید میں ایک ایسے پیغمبر کا بھی ذکر آیا ہے جسے ہم ہندوستان سے متعلق کہہ سکتے ہیں یہ پیغمبر حضرت ذوالکفل ہیں۔ان کے متعلق قرآن وحدیث میں تفصیلی صراحت موجود نہیں ہے بعض محدّثین ومفسرین نے اس سلسلے میں اگرچہ لکھا ہے۔لیکن وہ قابل اعتماد نہیں۔ہم میں سے بہت سے لوگوں کے استاد مولانا مناظر احسن گیلانی کفل کہتے تھے کہ غالباً اس سے مراد گوتم بدھ ہے اس کی وجہ وہ یہ بتاتے تھے کہ ذوالکفل کے لفظی معنی کفل والے کے ہیں۔ اور کفل ''کپل وستو'' کی معرب شکل ہے یہ بنارس کے قریب ایک شہر ہے۔جس میں گوتم بدھ پیدا ہوئے تھے اس کی مزید تائید کے لئے وہ سورۃ التین کی آیات ۱ تا ۳ کی طرف اشارہ فرماتے تھے جس میں تمام مفسرین کے خیال میں چار پیغمبروں کا ذکر آیا ہے زیتون سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے، سینا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف، بلدالامین سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ والتین کیا ہے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کی زندگیوں میں انجیر کو کوئی اہمیت حاصل نہیں رہی جب کہ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے تھے کہ گوتم بدھ کے ماننے والوں کا متفقہ بیان ہے کہ گوتم بدھ کو جنگلی انجیر کے نیچے نروان حاصل ہوا تھا۔اس سے وہ استنباط کرتے تھے کہ قرآن مجید میں جہاں دنیا کے تمام بڑے مذاہب کا ذکر ہے وہاں بدھ مت کا بھی ذکر ایک بہت لطیف انداز میں کر دیا گیا ہے۔گوتم بدھ کے حالات چونکہ عربوں کو تفصیل سے معلوم نہیں تھے لہٰذا اس پر زور نہیں دیا گیا۔(۶۷)

❻ اسلام اور رواداری (Tolerance & Islam)

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اپنی تصنیفات ومقالات میں جہاں مذاہب عالم کی کتب وعقائد، عبادات اور تعلیمات کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے وہیں اس کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ کیسا سلوک رکھنے کا روادار ہے۔ نیز صدرِ اسلام سے دورِ جدید تک مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ کیسا رویہ رہا ہے۔ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا یہ منفرد پہلو وسیع تحقیق کا متقاضی ہے۔تاہم یہاں پر چند اقتباسات پیش کر کے ان کے نقطۂ نظر کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔اپنی معروف کتاب میں رقمطراز ہیں:

"The first Muslim state was founded and governed by the Prophet. It was the city-state of Madinah, a confederacy of autonomus villages, inhabited by Muslims, Jews, Pagan Arabs, and possibily a handful of Christians. The very nature of this state demanded a religious tolerance, which was formally recognized in the constitution of this state, which document has come down to us. The first treaties of defensive alliance were concluded with non-Muslim and were always scrupulously observed. (68)

اسی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''غیر مسلموں کے متعلق اسلام کا کیا برتاؤ ہے؟''

اس آیت سے ہر شخص واقف ہوگا۔ لا اکراہ فی الدین یعنی اسلام قبول کرنے کے لئے جبر کی کوئی اجازت نہیں۔ پیغمبر کا فریضہ صرف ابلاغ و تبلیغ ہے اس کے بعد نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی کو جبر کے ساتھ کبھی مسلمان نہیں بنایا گیا۔ غیر مسلموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ قرآن میں یہ عجیب و غریب اصول ملتا ہے۔ کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دی جائے حتیٰ کہ نہ صرف عقائد کی آزادی ہو اور اپنی عبادات وہ اپنی طرز پر کر سکیں بلکہ اپنے ہی قانون، اپنے ہی ججوں کے ذریعے سے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کرائیں۔ کامل داخلی خود مختاری کا قرآن کی کئی آیتوں میں ذکر ہے۔ جن میں سے ایک آیت بہت واضح ہے ﴿وَلْيَحْكُمْ اَہْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ﴾ (۶۹) یعنی انجیل والوں کو چاہیے کہ اس چیز کے مطابق احکام دیا کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کی ہے۔ ان احکام کے تحت عہد نبویؐ ہی میں قومی خود مختاری ساری آبادی کے ہر ہر گروہ کو مل گئی تھی۔ جس طرح مسلمان اپنے دین، عبادات، قانونی معاملات اور دیگر امور میں مکمل طور پر آزاد تھے، اسی طرح دوسری ملتوں کے لوگوں کو بھی کامل آزادی تھی۔ (۷۰)

ایک اور مقام پر مذکورہ بالا اصول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں پر اسلامی قانون نافذ نہیں کیا جاتا۔ عہد نبویؐ میں قرآن مجید کے احکام کے تحت ہر مذہبی جماعت (عیسائیوں، یہودیوں وغیرہ کو داخلی خود مختاری حاصل تھی عقائد اور عبادات ہی کے متعلق نہیں بلکہ قانون و عدلیہ کے متعلق بھی)۔ (۷۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے مستند شواہد کی روشنی میں یہ بتایا کہ مدینہ کی اسلامی مملکت میں پہلے تحریری دستور ''میثاق مدینہ'' میں اس داخلی خود مختاری کی مکمل ضمانت دی گئی تھی ایک دفعہ کے صریحاً الفاظ ''للمسلمین دینھم و للیھود دینھم'' اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (۷۲) اسی طرح خلفاء راشدین کے دور میں بالخصوص حضرت عمرؓ نے اس رواداری کو بہت فروغ دیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے زکوۃ سے غیر مسلموں (یہودیوں) کی امداد کی اور ان کے وظائف مقرر کئے بلکہ اس میں مجوسیوں کو بھی شامل کیا گیا۔ (۷۳) نیز یہ محض نظری اور کتابی تعلیمات نہیں عملاً صدرِ اسلام سے ان اصولوں پر عمل ہوا جس کا اعتراف کئی غیر مسلموں نے بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے زمانہ حال کے ایک متعصب رومن کیتھولک پادری کے اقتباس کو بطور تائید کے نقل کیا ہے اس کے خیال میں: 'مسلمان عربوں کو یعقوبی [فرقہ] عیسائیوں نے بھی اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا' یہ تھی کہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خود مختار وحدت قرار دیا جائے اور اس مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیاوی اور عدالتی اقتدارات عطا کئے جائیں۔ (۷۴)

❼ مطالعہ ادیان و مذاہب کا متفرق مواد

مذکورہ بالا سطور میں ہم نے عقائد و عبادات اور کتب و صحائف کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے افکار و خیالات کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ مقالہ کو مزید طوالت سے بچانے کے لئے چند مقالات کی طرف اشارہ ہی کافی ہوگا۔

○ فرانسیسی ترجمہ قرآن کے حواشی

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے فرانسیسی ترجمہ قرآن کے حواشی میں مذاہب عالم سے متعلق جا بجا مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں نیز جگہ جگہ بائبل کے حوالے دیئے ہیں۔ (۷۵)

○ اظہار الحق کے اردو ترجمہ پر مفید حواشی

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اظہار الحق (۷۶) کے اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد اس ترجمہ پر بھرپور تبصرہ لکھا (۷۷) اور اس کے فرانسیسی ترجمہ کی مدد سے ایسا اشاریہ مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا جن میں فرنگی ناموں کا صحیح املاء کے ساتھ درج ہو۔ تاہم فوری طور پر انہوں نے ۱۰ صفحات پر مشتمل حواشی اردو میں تحریر کر کے دیئے جو فرانسیسی مترجم نے کتاب کو دیئے تھے۔ محترم مولانا تقی عثمانی نے ڈاکٹر موصوف کی یہ کاوش بطور ضمیمہ کے پہلی جلد کے آخر میں چھاپ دی ہے۔ (۷۸)

○ جگن ناتھ آزاد کی نعتیہ شاعری کا فرانسیسی میں ترجمہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اردو زبان کے ایک معروف ہندو شاعر پنڈت جگن ناتھ آزاد کے اردو نعتیہ کلام کو فرانسیسی زبان کے قالب میں ڈھالا ہے اس کتابچے کا نام انہوں نے Hommage a Mahomet رکھا جو پہلی بار ۱۹۹۰ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ اس ترجمہ کے ذریعے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اپنے مغربی قارئین کو یہ بتاتے ہیں کہ صرف مذہبی اہل قلم ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں رطب للسان نہیں بلکہ مشرق کے باسی غیر مسلم بھی اس عظیم ترین ہستی کی شان میں سخن سرا ہیں۔ (۷۹)

○ مجلّات و رسائل کے قابل ذکر مقالات

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے نہ صرف اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب کے لئے ایسے مقالات تحریر فرمائے جن میں مختلف مذاہب کی بیش بہا معلومات مہیا کی گئی ہیں بلکہ دیگر ملکی و غیر ملکی رسائل و جرائد میں بھی مقالات تحریر کیئے۔ یہاں پر بعض مقالات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک کسریٰ کے نام ایک نئی دریافت (۸۰) ابرھۃ (۸۱) احابیش قبائل (۸۲) اسلامی قانون پر بیرونی اثرات (۸۳) غرقِ فرعون (۸۴) ایلاف، جاہلیت میں عربوں کے معاشی و سفارتی تعلیمات (۸۵) حضرت ابوبکر کی سفارت بنام ہرقل (۸۶) زینب بنت جحش (۸۷) سیر قانون بین الممالک (۸۸) طائف (۸۹)

عربی حبشی تعلقات (۹۰) عہد نبوی کے عربی ایران تعلقات (۹۱) قصص القرآن اھد افھا و حکمھا (۹۲) قیصر روم کے نام آنحضرت کا خط (۹۳) یہود (۹۴) انگریزی مقالات میں قابل ذکر یہ ہیں:

- Relations of Muslims with Non-Muslims. (95)
- The Jewish background of the battle of Jomal and Siffin. (96)
- Religious symbolism. (97)
- The friendly relations of Islam with christianity and How they deteriorated. (98)

❽ خلاصہ بحث

ہم نے اس مقالہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی تصانیف و مقالات میں ان پہلوؤں کا جائزہ پیش کیا جن میں انہوں نے ادیان و مذاہب کے مطالعے پر تقابلی انداز میں بحث کی ہے۔ ان کی اس بحث سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

① ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا ادیان و مذاہب کا مطالعہ بالذات نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی عقائد و عبادات اور تعلیمات کی حقانیت اس مقارنہ و موازنہ کے ذریعے مبرھن کی گئی ہے۔

② ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا ادیان و مذاہب کا مطالعہ اور جائزہ خشک اور اکتا دینے والا نہیں ہے بلکہ دلچسپ معلومات اور تحقیقات پر مبنی ہے۔

③ یہ تقابلی مطالعہ نہ صرف مذاہب عالم پر محیط ہے بلکہ دیگر اقوام و ملل، جغرافیہ و اعلام کو بھی شامل ہے۔

④ اس مطالعہ سے اسلامی عقائد و تعلیمات کے امتیازات نکھر کر سامنے آتے ہیں اور ایک داعی کا یہ بھی علمی فریضہ ہے کہ وہ اسلام کو عصری واقعات اور علوم کے تناظر میں پیش کرے۔

⑤ مطالعہ ادیان و مذاہب کے مطالعے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا اسلوب و انداز حریفانہ و جارحانہ نیز روایتی علماء کی طرح متکلمانہ و مناظرانہ نہیں ہے بلکہ اس مطالعہ کے ذریعے وہ دیگر ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کو اپنے قریب لانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں اور کسی حد تک ان نکات پر لانے کی کوشش کرتے ہیں جن کا قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ﴾(۹۹)

اس طرح ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا مطالعہ ادیان میں اسلوب جہاں ایک طرف داعیانہ اور خیرخواہانہ ہے وہیں محققانہ اور غیر جانبدارانہ بھی ہے۔ اپنے مخاطبین پر کسی قسم کے نظریات کو ٹھونسنے اور مسلط کرنے کی بجائے غیر جانبدارانہ حقائق پیش کر دیتے ہیں۔

⑥ مسلمان علماء و مفکرین ایک عرصہ سے مذاہب کے درمیان رابطہ یا مکالمہ بین المذاہب پر زور دے رہے ہیں۔ موجودہ دور میں تو اس کی اہمیت اور بھی دو چند ہو جاتی ہے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اس ضرورت کو نہ صرف نظری اور علمی طور پر محسوس کیا اور اس طرف توجہ کی۔ بلکہ انہوں نے عملاً بھی بین المذاہب میں رابطہ کار کی حیثیت سے کام کیا اور وہ مغرب میں اسلام کے سفیر کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔(۱۰۰)

ان کی علمی خدمات اور عملی کاوشوں کا یہ وہ گوشہ ہے جو ابھی تک نظروں سے اوجھل ہے۔ ان سطور میں ان کی شخصیت و خدمات کے اسی پہلو کی طرف توجہ دلانے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔ اب اہل نظر و فکر کا یہ کام ہے ان کی حیات و تحقیقات کے اس پہلو کو آگے بڑھائیں۔ (وما توفیقی الا باللہ)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، قانون بین الممالک کے اصول اور نظریں، مکتبہ ابراہیمیہ حیدآباد دکن، ۱۳۵۵ھ، پیش لفظ (اوّل) ص ۱۷۔۱۸

۲۔ محمد الیاس الاعظمی، ڈاکٹر، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور قانون بین الممالک، سہ ماہی فکر ونظر (خصوصی اشاعت) جلد ۴۰۔۴۱ اپریل۔ستمبر ۲۰۰۳ء، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد، ص ۲۰۴، نیز اس موضوع پر مزید دیکھئے: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۵، اسلامی قانون بین الممالک، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد، اشاعت ہفتم ۲۰۰۱ء، ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور قانون بین الممالک، فکر ونظر، حوالہ مذکور، صفحات ۲۰۷۔۲۷۰؛ ڈاکٹر محمد طاہر منصوری، اسلامی قانون بین الاقوام کی تشکیل جدید میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا کردار، فکر ونظر، حوالہ مذکور، صفحات ۲۸۷۔۳۰۵۔

۳۔ مکتوب ڈاکٹر محمد حمید اللہ بنام مظہر ممتاز قریشی نمبر ۱۵، اورینٹل کالج میگزین عدد خاص بیاد ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کلیہ شرقیہ جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۰۳، ص ۱۶۳۔

۴۔ مکتوب ڈاکٹر محمد حمید اللہ بنام ڈاکٹر احمد خان نمبر ۶۲، سہ ماہی فکر ونظر، حوالہ مذکور، ص ۴۹۰۔

۵۔ مکتوب ڈاکٹر حمید اللہ بنام مظہر ممتاز قریشی نمبر ۱۱، اورینٹل کالج میگزین، حوالہ مذکور، نیز دیکھئے: ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بحیثیت قرآنی مترجم، مفسر، محقق، فکر ونظر، حوالہ مذکور، صفحات ۹۳۔۱۱۷ نیز دیکھئے:

M.Hamidullah, Paris, 1985, Introduction

۶۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: محمد ارشد، مغرب میں دعوتِ اسلام، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کاوشوں کا ایک جائزہ، فکر ونظر، حوالہ مذکور، ص ۳۴۰۔

۷۔ اپنے ایک مکتوب بنام مظہر ممتاز قریشی نمبر ۶۷ میں رقمطراز ہیں، اس ناچیز پر ایک نیا فریضہ لگایا گیا ہے۔ یہاں ایک ناشر حضرت ابراہیم پر ایک کتاب تین بابوں میں شائع کرنا چاہتا ہے۔ ایک یہودی معلومات، دوسرا عیسائی معلومات اور تیسرا اسلامی معلومات، اورینٹل کالج میگزین، حوالہ مذکور، ص ۱۹۴۔

۸۔ مکتوب بنام مظہر قریشی لکھتے ہیں، ایک نیا کام سر لیا ہے جب کہ پرانے کام بھی پورے نہیں ہوئے۔ وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مختصر سوانح عمری جس میں عیسائی فرقوں کے بے شمار اختلافی بیانات اور قرآن مجید کے بیانات کا مقابلہ ہو۔ یہاں آج کل عیسائیوں میں اسلام سے عداوت روز افزوں ہے، مکتوب ڈاکٹر حمید اللہ بنام مظہر ممتاز قریشی نمبر ۶۹، اورینٹل کالج میگزین، حوالہ مذکور، ص ۱۹۵۔

۹۔ تفصیل کے لئے دیکھئے' مقالہ محمد ارشد' مغرب میں دعوتِ اسلام، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کاوشوں کا جائزہ، فکر و نظر' حوالہ مذکور' ص ۳۴۱' ۳۴۲۔

10. M. Hamidullah, Dr, Introduction to Islam, Sh. Muhammad Ashraf, Kashmiri Bazar Lahore 1974 P. 1

۱۱۔ محمد حمید اللہ' ڈاکٹر' خطبات بہاولپور' تعارف طبع اوّل' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد ۲۰۰۱ء، ص ۱۵۔

۱۲۔ قرآن حکیم میں مختلف مذاہب و گروہوں کا تقابلی مطالعہ موجود ہے۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب 'الفوز الکبیر' میں علم مخاصمہ کی جو اصطلاح استعمال کی ہے، نہایت دلچسپی کی حامل ہے۔ جس میں باطل گروہوں کے عقائد و افکار کی تفصیلات ہی نہیں، ان کا عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ بطلان بھی کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے مخاصمین کے چار گروہ بتائے ہیں: مشرکین، یہود، نصاریٰ، منافقین۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، قرآن محل، تاجران کتب، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی، ۱۳۸۳ھ۔

۱۳۔ ایضاً' خطبہ نمبر ۹، عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، پیرا گراف نمبر ۲۶۶ (واضح رہے کہ حوالہ جات میں نمبر صفحات کے نہیں پیرا گراف کے دیئے جائیں گے)۔

14. M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit, P.45

۱۵۔ بائبل میں خنوخ یا انوخ نام تو نہیں ہے حنوک کا ذکر ہوا ہے جو آدمؑ کی ساتویں پشت سے تھا۔ غالباً ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا اشارہ اسی طرف ہوگا ملاحظہ ہو پرانا عہد نامہ، کتاب پیدائش ۴: ۱۷ نیز نیا عہد نامہ، یہوداہ کا عام خط ۱۴، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، ۱۹۹۰ء

۱۶۔ مکتوب یہودا میں پیش گوئی کے یہ الفاظ تو ملتے ہیں، خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا، نیا عہد نامہ، یہوداہ کا عام خط ۱۴، حوالہ مذکور۔

۱۷۔ النجم، ۵۳: ۳۷۔۴۱، الاعلیٰ، ۸۷: ۱۹۔

۱۸۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۱، تاریخ قرآن مجید، حوالہ مذکور، پیرا گراف ۲۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ الشعراء، ۲۶: ۱۱۹۔

۲۱۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۱، تاریخ قرآن مجید، حوالہ مذکور، پیرا گراف نمبر ۳۔

۲۲۔ تورات یا توریت (Torah) کو عام طور پر موسیٰ علیہ السلام کی طرف روایۃً منسوب کیا جاتا ہے۔ اصل تورات پانچ کتابوں پر مشتمل ہے انہیں خمسہ موسوی یا صحائف خمسہ (Pantateuch) بھی کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۹۰ء نیز عابد احمد علی' تورات، اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، ۶۷۰، ص ۲۰۳۔

۲۳۔ مذکورہ کتاب کے لئے پروٹسٹنٹ بائبل میں پیدائش اور کیتھولک بائبل میں ''تکوین'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔عربی میں اس کے لئے خلیقہ کا لفظ آیا ہے انگریزی میں اسے Genesis کہا جاتا ہے۔اس میں ۵۰ ابواب اور ۱۵۳۰ فقرات ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ایف ایس' خیر اللہ (مؤلف)' قاموس الکتاب' بار ششم' مسیحی اشاعت خانہ ۔۳۲ فیروز پور روڈ لاہور ۱۹۹۷ء، ص۲۱۳ نیز دیکھئے: Encyclopaedia Britannica 'Bible' Vol. III, P. 499

۲۴۔ عربی اور اردو میں خروج کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں جبکہ انگریزی میں (Exodus) کا لفظ استعمال ہوا ہے اس میں ۴۰ ابواب اور ۱۲۱۳ فقرات ہیں۔مزید دیکھئے: قاموس الکتاب، حوالہ مذکور، ص ۳۷۳۔

۲۵۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے توریت کی تیسری کتاب ''قانون'' بتائی ہے۔جبکہ مروج کتب میں اس کا نام ''احبار'' آیا ہے انگریزی میں (Leviticus) کا لفظ آیا ہے۔اس کے معنی علماء کے بیان ہوئے ہیں بعض نے ''لاویین'' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔چونکہ اس میں احکام مذکور ہیں شاید اسی بنا پر ڈاکٹر موصوف نے اسے قانون کی کتاب کا نام دیا ہے۔اس کتاب میں ۲۷ ابواب اور ۸۵۷ فقرات ہیں۔

۲۶۔ اس کتاب کے لئے پروٹسٹنٹ بائبل میں گنتی اور کیتھولک بائبل میں عدد کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ انگریزی میں (Numbers) کا لفظ ہی مستعمل ہے۔اس میں ۳۶ ابواب اور ۱۲۸۹ فقرات ہیں۔دیکھئے: قاموس الکتاب، حوالہ مذکور، ص ۴۸۰۔

۲۷۔ کتاب تثنیہ کو پروٹسٹنٹ بائبل میں ''استثناء اور کیتھولک بائبل میں، تثنیہ شرع'' سے تعبیر کیا گیا ہے جبکہ انگریزی میں (Deuteronomy) کا لفظ آیا ہے۔ اس میں ۳۴ ابواب اور ۹۵۸ فقرات ہیں۔ دیکھئے: قاموس الکتاب، حوالہ مذکور، ص ۴۶۔۴۷۔

۲۸۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ا، تاریخ قرآن مجید، پیراگراف نمبر ۴۔

۲۹۔ جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر شاہِ بابل بنوکدنوصور (Nabuchodonosor) کو مسلط کر دیا اس نے ۵۸۶ ق م میں یروشلم پر زبردست حملے کئے اور آخری حملے میں یروشلم کو بالکل تباہ کر ڈالا اور اس کے بادشاہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ان حالات کے لئے ملاحظہ ہو: پرانا عہد نامہ، سلاطین روم، ۲۲: ۱۱۔۱۷؛ یرمیاہ، باب ۳۴۔۴۰۔

۳۰۔ اینٹوکس چہارم Antochus IV ایشیائے قریب کا مشہور بادشاہ جس نے ۱۶۸ ق م میں یروشلم پر قبضہ کر کے اس کو تباہ کر دیا تھا اور ایک مرتبہ پھر بخت نصر کی یاد تازہ ہوگئی تھی۔مکابیوں کی پہلی کتاب میں اس کے حملے کی داستان اور تورات کے جلائے جانے کا واقعہ تفصیل سے موجود ہے دیکھئے مکابیوں ۱: ۵۹۔

31. M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit, P. 2

۳۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ ملاحظہ ہو، کتاب استثناء، ۳۴: ۵۔۸۔

۳۳۔ عہدِ نامہ قدیم کی ایسی ۱۷ کتابوں کا ذکر ملتا ہے جو ایک زمانہ میں موجود تھیں مگر اب ناپید ہیں اور ان کے حوالے تواریخ دوم، ۲۰: ۳۴، ۱۲: ۱۵، ۹: ۱۹، سلاطین اوّل، ۱۱: ۴۱، تواریخ دوم، ۳۱: ۲۲، ۳۲: ۳۳، ۲۹: ۳، میں موجود ہیں۔

۳۴۔ خطباتِ بہاولپور، تاریخ قرآن مجید، حوالہ مذکور، پیراگراف نمبر ۵۔

۳۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: Encyclopaedia of Britannica Gospel, Vol X, P 536-538

نیز دیکھئے: M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit, P 147

۳۶۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے اس بیان کو تقویت لوقا کے ان فقرات سے ملتی ہے، چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا ہے اس لئے اے معزز تیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں، لوقا کی انجیل، ۱: ۲، ۳۔

۳۷۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۱، تاریخ قرآن مجید، پیراگراف نمبر ۷۔

۳۸۔ ایضاً، پیراگراف نمبر ۳۰۔

39. M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit, P 61,62

۴۰۔ ایضاً، پیراگراف نمبر ۱۸، نیز دیکھئے مکتوب ڈاکٹر محمد حمید اللہ بنام ڈاکٹر احمد خان نمبر ۱۸، مجلّہ فکر و نظر، اسلام آباد، حوالہ مذکور، ص ۴۵۲

۴۱۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۲ تاریخ حدیث شریف، پیراگراف نمبر ۴۳، نیز خطبہ ۱۰، عہدِ نبوی میں نظام تشریع وعدلیہ پیراگراف نمبر ۲۸۶

۴۲۔ ایضاً، خطبہ ۶ دین (عقائد، عبادات، تصوف) حوالہ مذکور، پیراگراف نمبر ۱۶۹۔

۴۳۔ ایضاً۔

۴۴۔ ایضاً نیز دیکھئے: M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit, P. 133

45. M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit, P 147

۴۶۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۶ دین (عقائد، عبادات، تصوف) حوالہ مذکور، پیراگراف ۱۷۲۔

۴۷۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۶ دین (عقائد، عبادات، تصوف) ۱۷۸۔

۴۸۔ ایضاً، پیراگراف ۱۷۹۔

49. M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit Paragraph 166/a

۵۰۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ ۶ دین (عقائد، عبادات، تصوف) حوالہ مذکور، پیراگراف ۱۸۱۔

۵۱۔ ایضاً، پیراگراف نمبر ۱۸۲، نیز دیکھئے:

M. Hamidullah Introduction to Islam, Op-cit, Paragraph 166/a

۵۲۔ خطباتِ بہاولپور، پیراگراف نمبر۱۸۳ نیز دیکھئے:

M. Hamidullah, Introduction to Islam, 175/a

۵۳۔ الانعام، ۶:۱۶۰۔

۵۴۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ۶ دین (عقائد، عبادات، تصوف) حوالہ مذکور، پیراگراف نمبر۱۸۴۔

۵۵۔ ایضاً، پیراگراف نمبر۱۸۵۔

۵۶۔ ایضاً، پیراگراف نمبر۱۸۶۔

۵۷۔ ایضاً، خطبہ۹، عہدِ نبویؐ میں نظام تعلیم، پیراگراف نمبر۲۶۰۔

۵۸۔ ایضاً، خطبہ۳، تاریخ فقہ، پیرگراف نمبر۱۰۰۔

۵۹۔ ایضاً، پیراگراف نمبر۸۲۔

۶۰۔ المائدۃ، ۵:۴۵۔

۶۱۔ خطباتِ بہاولپور، خطبہ۹، عہدِ نبویؐ میں نظام تعلیم، پیراگراف نمبر۲۸۵۔

۶۲۔ ایضاً، خطبہ۷، عہدِ نبویؐ میں مملکت اور نظم ونسق، پیراگراف نمبر۱۹۹۔

۶۳۔ ایضاً، پیراگراف نمبر۱۰۔

۶۴۔ ایضاً، پیراگراف نمبر۶۔

۶۵۔ الصّف، ۶۱:۶۔

۶۶۔ خطباتِ بہاولپور، حوالہ مذکور، پیراگراف نمبر۳۲، نیز دیکھئے:

۶۷۔ ایضاً، پیراگراف نمبر۲۶۰۔

68. M. Hamidullah, Introduction to Islam, Op-cit Paragraph 289

۶۹۔ المائدۃ، ۵:۴۷۔

۷۰۔ خطباتِ بہاولپور، حوالہ مذکور، پیراگراف نمبر۳۶۶۔

۷۱۔ ایضاً، پیراگراف نمبر۲۹۹۔

۷۲۔ ایضاً، پیراگراف ۳۰۹، مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو:

M. Hamidullah, The first written constitution in the world, Sh. Muhammad Ashraf, 1975

۷۳۔ خطباتِ بہاولپور، پیراگراف نمبر ۳۲۶۔۳۲۹، ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے یہ وقیع بحث کتاب الخراج امام ابو یوسف اور کتاب الاحوال ابوعبید القاسم کے حوالے سے پیش کی ہے۔

۷۴۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، اردو سندھ اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷ء پیراگراف نمبر ۱۷۵ نیز دیکھئے: الوثائق السیاسیہ (اردو ترجمہ) مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۰ء، صفحات ۱۱۸۔۱۲۳، ۳۲۱، ۳۴۳۔

۷۵۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

Muhammad Hamidullah, LE SAINT CORAN, Op-cit, Introduction, Liste des traductions, Pages 98, 245, 739, 813, 993

۷۶۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۸۱۸۔۱۸۹۱ء) کی معروف کتاب ''اظہار الحق'' جو عربی زبان میں قسطنطنیہ (ترکی) میں تصنیف فرمائی۔ جس کا اردو کے علاوہ ترکی، فرانسیسی، گجراتی اور انگریزی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بائبل کے ناقدانہ جائزے اور مسیحی عقائد کے بطلان کے ساتھ قرآن حکیم کی حقانیت اور پیغمبر اسلام کی عظمت پر اپنی مثال آپ ہے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: راقم کا پی۔ ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی علمی و دینی خدمت کا تحقیقی جائزہ (غیر مطبوعہ) شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۱ء۔

۷۷۔ اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک' پر تبصرہ پر ملاحظہ ہو: محمد حمید اللہ (پیرس)، اظہار الحق اور اس کا اردو ترجمہ، البلاغ، (کراچی) ۷:۳ (مئی ۱۹۷۳ء) ۲۰۔۲۷۔

۷۸۔ بائبل سے قرآن تک (اردو ترجمہ و شرح) مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۹۹۲ء ص ۶۱۳۔۶۲۳۔

۷۹۔ دیکھئے: محمد سلطان شاہ، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ جگن ناتھ آزاد کے نعتیہ کلام کا مترجم، فکر و نظر، حوالہ مذکور ص ۱۶۷۔۱۷۷۔

۸۰۔ ماہنامہ البلاغ (کراچی)، ۲:۲ (مئی ۱۹۶۷ء) ۱۵۔۱۷۔

۸۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، ۱۹۸۰ء جلد ۱، ص ۳۸۱۔۳۸۹۔

۸۲۔ ایضاً، جلد ۲، ص ۲۷۔۳۱ نیز دیکھئے: مجلہ القلم (لاہور) ۶:۲ (دسمبر ۲۰۰۲ء) ۸۱۔۸۸ نیز

Hamdard Islamicus (Karachi) 9 : 2 (Summer 1986) 3 - 9

۸۳۔ چراغ راہ، اسلامی قانون نمبر (کراچی) ۲:۱۲ (جون ۱۹۵۸ء) ۲۹۰۔۲۳۱۔

۸۴۔ الحق (اکوڑہ خٹک) ۸:۱۸ (مئی ۱۹۷۳ء) ۳۷۔۳۹۔

۸۵۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، (۱۹۸۰ء)، جلد ۳، ص ۱۷۔۲۰ نیز دیکھئے: البلاغ (کراچی) ۳:۲ (جون ۱۹۶۸ء) ۱۵۔۲۸۔

۸۶۔ البلاغ (کراچی) ۲:۷ (اکتوبر ۱۹۶۸ء) ۱۳۔۲۴۔

۸۷۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ۱۹۷۳ء، جلد ۱۰، ص ۵۶۵۔۵۶۸۔

۸۸۔ فکر ونظر (اسلام آباد) ۵ (۱۹۶۴ء) ۸۰۹۔۸۲۰، نیز دیکھئے الدراسات الاسلامیہ (اسلام آباد) ۳:۲ (ستمبر ۱۹۶۸ء) ۵۔۲۱۔

۸۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، ص ۳۹۴۔۳۹۷۔

۹۰۔ ثقافت (لاہور) ۷:۵ (مئی ۱۹۵۹ء) ۲۳۔۳۹۔

۹۱۔ نقوش رسول نمبر (لاہور) ۳:۱۳۰ (جنوری ۱۹۸۳ء) ۲۳۴۔۲۴۲۔

۹۲۔ مجلّہ الکلیۃ الشرقیہ (لاہور) ۶۶:۱ (۱۹۹۳ء) ۶۹۔۳۷۔

۹۳۔ معارف (اعظم گڑھ) ۳۵:۶ (جون ۱۹۳۵ء) ۴۱۶۔۲۳۰۔

۹۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۳، ص ۳۵۵۔۳۶۳۔

95. Journal Institute of Muslim Minority Affairs (London)7 : 1
(Jan 1986) 7 - 11

96. Journal of Pakistan Historical Society (Karachi) 30 : 4
(October 1982) 235 - 251

97. Hamdard Islamicus (Karachi) 2 : 45 (Winter 1979) 3 - 13

98. Journal of Pakistan Historical Society (Karachi) 1953

۹۹۔ آل عمران، ۳:۶۴

۱۰۰۔ دیکھئے مکتوبات ڈاکٹر حمید اللہ بنام مظہر ممتاز قریشی، خطوط نمبر ۶۷، ۶۹، ۷۵، ۸۴، ۹۰، ۹۳، اورینٹل کالج میگزین، حوالہ مذکور۔